بانی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

ہفت روزہ خدام الدین
لاہور پاکستان

رئیس التحریر
شیخ الحدیث مفکر اسلام
مولانا مفتی محمود

۲۰ / ۱

ما کان
محمد
ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ
وخاتم النبیین

۵۰ پیسے

۸ جمادی الاوّل ۱۳۹۳ھ
۸ جون ۱۹۷۳ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

جلد ـــــ ۲۰
شمارہ ـــــ ۱

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر اللہ کی عظمت اور برکات

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضـ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ وَتَحَرَّکَتْ بِیْ شَفَتَاهُ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس وقت بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں تو اس وقت میں اپنے بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں۔

تشریح اللہ تعالیٰ کی ایک معیت وہ ہے جو اس کائنات کی ہر اچھی بری چیز کو اور ہر مومن و کافر کو ہر وقت حاصل ہے۔ کوئی چیز بھی کسی وقت اللہ سے دور نہیں۔ اللہ ہر چیز کو محیط ہے۔ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہے۔ اور ایک معیت رضا اور قبول والی معیت ہے۔ اس حدیث قدسی میں جس معیت کا ذکر ہے وہ یہی رضا اور قبول والی معیت ہے۔ اور حدیث کا مدعا یہ ہے کہ جب میرا بندہ میرا قرب اور میری رضا حاصل کرنے کے لیے میرا ذکر کرتا ہے تو اس کو میرے قرب و رضا کی دولت فوراً حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ میری چاہت میں میرا ذکر کرتا ہے اور میں اس وقت اس کے بالکل ساتھ ہوتا ہوں۔ اس طرح اسے وہ دولت نقد مل جاتی ہے جو وہ ذکر کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دولت کی طلب، اس کا ذوق و شوق اور پھر وہ دولت نصیب فرمائے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضـ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذْ ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَکَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرا معاملہ بندے کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے اور میں اس کے بالکل ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے جی میں اس طرح یاد کرے کہ کسی اور کو خبر بھی نہ ہو تو میں بھی اس کی اسی طرح یاد کروں گا اور اگر وہ دوسرے لوگوں کے سامنے مجھے یاد کرے تو میں ان سے بہتر بندوں کی جماعت میں اس کا ذکر کروں گا (یعنی ملائکہ کی جماعت میں اور ان کے سامنے)

تشریح حدیث کے پہلے جملے (اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ) کا مطلب یہ ہے کہ بندہ میرے بارے میں جیسا یقین قائم کرے گا تو میرا معاملہ اس کے ساتھ بالکل اسی کے مطابق ہوگا۔ مثلاً وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں رحم اور کرم کا یقین کرے تو اللہ تعالیٰ کو رحیم و کریم ہی پائے گا۔ اس لیے بندہ کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا یقین کرے اور اسی کے مطابق عمل کرے۔ حدیث کے آخری حصہ میں جو فرمایا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ مجھے خلوت میں اس طرح یاد کرتا ہے کہ اس کے اور میرے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی تو میری عنایت بھی اس کے ساتھ اسی طرح مخفی ہوتی ہے ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

اور جب بندہ جلوت میں اور دوسروں کے سامنے میرا ذکر کرتا ہے (جس میں دعوت و ارشاد اور وعظ و نصیحت بھی داخل ہے) تو اس بندہ کے ساتھ اپنے تعلق اور اس کی قبولیت کا ذکر میں فرشتوں کے سامنے بھی کرتا ہوں جس کے بعد وہ بندہ فرشتوں میں مقبول و محبوب ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اس دنیا میں بھی اس کو قبول عام اور محبوبیت عامہ حاصل ہو جاتی ہے۔ اس سنت کا یہ ظہور ہے کہ بہت سے عباد کاملین جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے خاص تعلق کا اخفا کرتے ہیں۔ اگرچہ اللہ کے ہاں ان کی مقبولیت کا خاص الخاص مقام حاصل ہوتا ہے لیکن دنیا میں ان کو پہچانا بھی نہیں جاتا اور جن کا تعلق باللہ اور دعوت الی اللہ ظاہر اور جلی قسم کی ہوتی ہے ان کو دنیا میں بھی مقبولیت عامہ حاصل ہو جاتی ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَسِیْرُ فِیْ طَرِیْقِ مَکَّةَ فَمَرَّ عَلٰی جَبَلٍ یُقَالُ لَهٗ جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالُوْا وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتُ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں جمدان نامی پہاڑ پر سے گزر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ یہ پہاڑ جمدان ہے مُفَرِّدُوْن سبقت لے گئے۔ عرض کیا گیا۔ مفردون کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ کا زیادہ ذکر کرنے والے بندے اور زیادہ ذکر کرنے والی بندیاں۔

تشریح جمدان ایک پہاڑی کا نام ہے جو مدینہ طیبہ کے قریب ہی ایک دن کی مسافت پر ہے۔ متعدد حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا نام لیا جاتا ہے اس کا شعور و احساس اس حصہ زمین کو ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے پوچھتا ہے کہ کیا آج اللہ کا نام لینے والا کوئی بندہ تجھ پر سے گزرا؟ جب وہ بتاتا ہے کہ ہاں گزرا تو وہ کہتا ہے کہ تجھے بشارت ہو، مبارک ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ جمدان پہاڑ پر سے گزرتے ہوئے کہ جو زیادہ ذکر کرنے والے بندے اور بندیاں ہیں انہوں نے قبول و رضا کے مقامات حاصل کیے اور وہ بہت آگے بڑھ گئے تو آپ نے یہ بات فرمائی کہ مفردون یعنی بہت زیادہ ذکر کرنے والے سبقت لے گئے۔ مفردون کے لغوی معنی ہیں اپنے کو سب سے الگ اور اکیلا اور ہلکا پھلکا کرنے والے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے قرب و رضا کی طلب میں اپنے کو اس دنیا کی الجھنوں سے ہلکا کر لیں اور سب طرف سے کٹ کر اکیلے اللہ کے ہو جائیں۔ یہی مقام تفرید ہے۔ اور یہی قرآن مجید کی خاص اصطلاح میں تبتل ہے (وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا) — یہی الذَّاکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذَّاکِرَاتِ کے مصداق وہی بندے ہیں جن کا یہ حال ہو گیا جنہوں نے ہر طرف سے کٹ کر اللہ جل جلالہ کو اپنا قبلہ مقصود بنا لیا ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر ضرور تحریر کیا کریں [illegible] [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان

۸ رجمادی الاول ۱۳۹۴ھ
۳۱ رمئی ۱۹۷۴ء

جلد ۲۰ شمارہ ۱

مندرجات

*

- احادیث الرسولؐ
- اداریہ
- مجلس ذکر
- اسلام اور عیسائیت
- حضرت عمر بن عبد العزیزؒ
- آدابِ نماز
- رزقِ حلال کی اہمیت
- مطبوعات جدیدہ
- بچوں کا صفحہ
- اسلامی زندگی کا مقصد
- تمنّا — (نظم)

*

بدل اشتراک
سالانہ — ۲۴/- روپے
ششماہی — ۱۲/- روپے
سہ ماہی — ۶/- روپے
فی شمارہ — ۵۰ پیسے

چیف ایڈیٹر
●
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور

عبد الرشید انصاری

گورنر خٹک بھی مستعفی!

ع ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

شمال مغربی سرحدی صوبے کے گورنر مسٹر محمد اسلم خٹک اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے ہیں اور ان کی جگہ میجر جنرل (ریٹائرڈ) غواث خاں نے ۲۴ رمئی کی شام کو گورنر ہاؤس پشاور کے دربار ہال میں نئے گورنر کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھا لیا ہے۔ جمہوری نظامِ حکومت میں عہدہ اور منصب پر افراد کی تبدیلی کوئی غیر متوقع بات نہیں ہوتی اور نہ ہی مسٹر اسلم خٹک کا استعفیٰ اچنبھے کی بات ہے۔ اقتدار ایک آنی جانی چیز ہے کوئی اس سے کتنا ہی پیار کرے مگر ایک نہ ایک روز لیلیٰ اقتدار کے چاہنے والے قیس کی طرح جنگلوں، بیابانوں کی طرف سکونِ قلب کی تلاش میں نکل کھڑے ہونے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

ہمارے نزدیک مسٹر اسلم خٹک کا استعفیٰ ان لوگوں کی عبرت کے لئے کافی ہے جو حصولِ اقتدار کے لئے عوام الناس، اپنے حلیفوں، اپنی جماعت اور اپنے دوستوں تک کو نظر انداز کر کے ایوانِ اقتدار میں جا بیٹھتے ہیں — اسلم خٹک نے گورنری کے عہدے سے مستعفی ہوتے وقت اپنے الوداعی پیغام میں کہا — میں تھک گیا ہوں اور آرام کرنا چاہتا ہوں میں عارضی طور پر سیاست کو خیر باد کہہ دوں گا۔

انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ: — عہدہ چھوڑتے وقت مجھے ندامت یا پشیمانی نہیں اور میرے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ تاہم انہوں نے ساتھ ہی کہا کہ اب جبکہ میں اس عہدے سے دست کش ہو رہا ہوں، وجوہات کے بارے میں کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ میں انتہائی سخت دور سے گذرا ہوں۔

جناب خٹک کے یہ الفاظ خصوصاً غور طلب ہیں کہ:- اب میں خود کو ایک آزاد آدمی سمجھتا ہوں، کیونکہ پچھلے سولہ مہینوں کے دوران جب تک میں اس عہدہ پر رہا ہوں میں نے سولہ دن یا سولہ گھنٹے آرام سے نہیں گزارے — مسٹر خٹک آج سے سولہ ماہ پہلے تک سرحد کی صوبائی اسمبلی میں آزاد ارکان کے اس متحدہ محاذ کے قائد ہوا کرتے تھے۔ جو مولانا مفتی محمود کی جمعیت نیپ حکومت کا حلیف تھا۔ سرحد اور بلوچستان کے گورنروں کی "جبری" برطرفی کے بعد مسٹر خٹک نے اصولوں کا پاس اور لحاظ کئے بغیر ارباب سکندر خاں خلیل کی جگہ گورنری قبول کر لی تھی۔ انہیں اپنی اس غلطی کا احساس اب سولہ ماہ گذر جانے کے بعد ہوا ہے۔ انہوں نے اقتدار کی خاطر پیپلز پارٹی اور اس کے چیئرمین پر مسٹر غلام مصطفیٰ کھر سے بھی بڑھ کر اعتماد کیا کہ صوبائی اسمبلی کی سیٹ بھی چھوڑ بیٹھے۔ چنانچہ انہوں نے برملا اعتراف کیا کہ سولہ ماہ قبل جب انہوں نے گورنر بننا قبول کیا تو اچھے خاصے قریبی دوستوں نے بھی ان کے اس اقدام کی مذمت کی تھی۔ انہوں نے کہا جب میں نے صوبائی اسمبلی کی نشست سے استعفیٰ دیا تو میرے دوستوں نے مجھے انتہائی پاگل قرار دیا تھا۔ ان کے دوستوں کی یہ رائے کس حد تک درست تھی، اس بارے میں سابق گورنر ہی کچھ کہنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ بہرکیف ہمارے نزدیک مسٹر خٹک کا یہ شکوہ سراسر بیجا ہے کہ گورنری سولہ مہینوں میں سولہ دن یا سولہ گھنٹے بھی مجھے آرام نہیں مل سکا۔ انہیں آرام اور سکون آخر کیوں اور کیسے مل سکتا تھا۔ اور آئندہ بھی شاید سیاست سے کنارہ کش ہونے کے باوجود سکونِ قلب یا آرام اور چین انہیں نصیب نہیں ہوگا، کیونکہ انہوں نے گورنری مولانا مفتی محمود کی اس حکومت سے بے وفائی کے صلے میں حاصل کی تھی جو صوبہ سرحد میں اسلامی شعائر کی بالا دستی قائم کرنے

مجلس ذکر
ملتان

۱۶ مئی ۱۹۷۴ء

اللہ سے کیا وعدہ پورا کریں تو ہماری قسمت آج بدل سکتی ہے

مسلسل بداعمالیوں کی وجہ سے نااہل حکمرانوں اپنی ڈکٹیٹرشپ قائم کرکے ملک کو تباہ کیا، اور ملتِ اسلامیہ کو رسوا کیا

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور کا ایمان افروز خطاب

مرتب
عبد الرشید انصاری

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(آل عمران ۲۶)

ترجمہ: تو کہہ، اے اللہ! بادشاہی کے مالک! جسے تو چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے جسے تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے تو چاہے ذلیل کرتا ہے۔ سب خوبی تیرے ہاتھ میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

سورۃ آل عمران کی جو مختصر اور چھوٹی سی آیت میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوشخبری دی ہے کہ قیصر و کسریٰ سے حکومت و سلطنت چھین لی جائے گی۔ اب روم و ایران میں اسلام کا پرچم لہرائے گا اور وہاں مسلمان حکومت کریں گے۔ دینِ حق کے آجانے کے بعد اب ظالموں اور اپنی خدائی کے دعوے دار جابر و عیاش بادشاہوں کا اقتدار زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکتا۔ ان کے اخلاق اور بداعمالیوں سے کمزوروں اور زیردستوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو چکا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

"جس وقت یہ ایسے بد اخلاق ہو کر گر گئے ہیں تو اے مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ اللہ تمہیں سرفرازی (بادشاہی) کا تمغہ عطا فرمائے۔"

کل کائنات کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس جہانِ رنگ و بو کا سارا نظام اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے مسلمانوں کا رحمت خداوندی پر یقین تھا۔ اور شاہانِ روم و ایران اپنی شوکت و قوت کے نشے میں بدمست تھے اور ان کے آس پاس اور گرد و نواح میں چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حکمران، مختلف قبائل کے سردار اور بڑے بڑے لوگ امداد اور وظائف کے لالچ میں قیصر و کسریٰ کا ساتھ دے رہے تھے وہ صحابہ کرامؓ کے جذبۂ جہاد اور دنیا سے جبر و استبداد یکسر مٹا دینے اور اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نظامِ عدل کو روم و ایران تک میں نافذ کرنے کے عزائم کا مذاق اڑاتے تھے۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا تعلق اس ذاتِ بزرگ و برتر سے ہے جو احکم الحاکمین اور شہنشاہ کون و مکان ہے۔ تنزل و ارتقاء اور عزت و ذلت کا کسی کے لیے مخصوص کر دینا اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے

اللہ تعالیٰ نے رہبر کائنات اور محسن العالمین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپؐ تمام قوموں اور حکمرانوں کو بتا دیجئے کہ اللہ مالک الملک آسمانوں اور زمین کی کل سلطنت کا مالک ہے وہ جس سے جس وقت چاہے اقتدار چھین لے اور جسے چاہے اپنی بارگاہ میں مقبولیت عطا کر کے شرف و عزت سے نوازے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ آل عمران کی اس آیت کی تشریح میں تفصیلاً لکھتے ہیں:-

"وفد نجران کے رئیس ابو حارثہ بن علقمہ نے کہا تھا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائیں تو روم کے بادشاہ جو ہماری عزت اور مالی خدمت کرتے ہیں سب بند کر دیں گے۔"

حضرت مولانا عثمانیؒ مزید فرماتے ہیں:-

"شاید یہاں دعا و مناجات کے رنگ میں اس کا جواب دیا کہ جن بادشاہوں کی سلطنت اور ان کی دی ہوئی عزتوں پر تم مفتون ہو رہے ہو تو خوب سمجھ لو کہ کل سلطنت و عزت کا اصلی مالک خداوند قدوس ہے۔ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کو چاہے دے۔ اور جس سے چاہے سلب کر لے۔ کیا یہ امکان نہیں کہ روم و ایران کی سلطنتیں اور عزتیں چھین کر مسلمانوں کو دے دی جائیں۔ بلکہ وعدہ ہے کہ ضرور دی جائیں گی آج مسلمانوں کی موجودہ بے سروسامانی اور دشمنوں کی طاقت کو دیکھتے ہوئے بے شک یہ چیز تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اسی لیے یہود و منافقین مذاق اڑاتے تھے کہ قریش کے حملہ کے ڈر سے مدینہ کے گرد خندق کھودنے والے مسلمان قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت پر قبضہ پانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے چند ہی سال میں دکھلا دیا کہ روم و فارس کے جن خزانوں کی کنجیاں اس نے اپنے پیغمبر کے ہاتھ میں دی تھیں فاروق اعظم کے زمانہ میں وہ کس طرح مجاہدین اسلام کے درمیان تقسیم ہوتے۔"

حضرت شیخ الاسلامؒ حقیقی وقار اور عزت کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

"یہ مادی سلطنت و عزت کیا چیز ہے جب خداوند قادر و حکیم نے روحانی سلطنت و عزت کا آخری مقام (یعنی منصب نبوت و رسالت) بنی اسرائیل سے منتقل کر کے بنی اسمٰعیل میں پہنچا دیا تو روم و عجم کی ظاہری سلطنت کا عرب کے خانہ بدوشوں کی طرف منتقل کر دینا کیا مستبعد ہے۔"

غور فرمائیں کہ جس کام کے ہو جانے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اور ایسا سوچنے والوں پر دنیا حیران ہوتی اور ان کا مذاق اڑاتی تھی وہ ہو کر رہا۔ اور یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی کہ:-

اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔

پھر جب عنانِ اقتدار نبی اُمّیؐ کے جاں نثاروں اور چمڑے کے سات سات پیوند لگے ہوئے بوسیدہ کپڑے زیب تن کرنے والوں کے ہاتھ منتقل ہوئی تو انہوں نے اپنے لیے فلک بوس محلات تعمیر کرانے، تعیش و راحت دنیوی کا سامان اکٹھا کرنے، عوام کے خون پسینے کی کمائی سے اپنے ٹھاٹھ باٹھ اور شانِ سروری کا بندوبست کرنے اور دنیا کو اپنا تابع فرمان بنانے کی بجائے خدا تعالیٰ کی عطا کردہ مملکت میں خدا تعالیٰ کے حکموں کو نافذ کیا اور جانشینِ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسندِ خلافت پر متمکن ہوتے ہی اعلان فرما دیا:-

"اے لوگو! تم اس وقت تک میرا حکم مانو جب تک میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کے مطابق تمہیں حکم کروں اور جب اس سے ہٹ کر بات کروں تم پر میری پیروی واجب نہیں ہے۔"

اسلام اور عیسائیت

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

حق جل شانہٗ نے جس طرح اپنے بندوں کی ظاہری اور جسمانی حیات اور زندگی کے بقاء اور تحفظ کے لیے قسم قسم کے سامان پیدا فرمائے۔ طرح طرح کے میوے، پھل اور غلے پیدا کئے اور گرمی سردی سے بچنے کے لیے مکان اور لباس کو پیدا کیا۔ پھر کسی کو بقدر سد رمق دیا اور کسی کو قسم قسم کے الوانِ نعمت سے نوازا۔ کسی کو رہنے کے لیے ایک جھونپڑا اور پھوس کا چھپّر ہی دیا اور کسی کو عالیشان محل عطا فرمایا اور کسی کو ستر عورت دیا اور کسی کو بیش بہا حلہ اور زریں خلعت پہنایا۔

نحن قسمنا بینهم معیشتهم فی الحیٰوة الدنیا

ہم نے ہی دنیوی زندگی میں ان کی روزی کو تقسیم کیا ہے۔

کسی کو سادہ خمیرہ گاؤزبان دیا۔ کسی کو خمیرہ گاؤزبان عنبری جواہر والا دیا۔ کسی کو عرق گزر دیا اور کسی کو عرق ماء اللحم پلایا، جس کے لیے جو مناسب جانا وہ دیا اور جسمانی صحت کی حفاظت کے لیے طبیبوں اور ڈاکٹروں کو پیدا کیا اور طبی قواعد و اصول ان کے قلب میں القاء کیے۔ پس جس طرح انسان کی چند روزہ زندگی کے لیے یہ سامان پیدا فرمایا۔ اسی طرح حق جل شانہٗ نے روحانی حیات اور زندگی کے لیے انبیاء و مرسلین کے توسط سے ہمارے لیے اپنی ہدایات و ارشادات اور تعلیمات و تلقینات کا سلسلہ جاری فرمایا اور بتلایا کہ خداوند ذوالجلال کو یکتا اور بے مثل اور مستجمع جمیع صفات و کمال سمجھو، اسی کی عبادت اور بندگی کرو۔ اور یہ سمجھو کہ وہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے اور اسی کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو، اور جزاء و سزا، یوم آخرت اور روزِ قیامت کو حق سمجھو۔ اور یقین رکھو کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہوگے۔ اور مالکِ حقیقی کے سامنے پیش ہوگے اور وہ تم کو ان اعمال کا بدلہ دے گا۔ نبی مکرم اور رسول معظم حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیاء والمرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم علی جمیع اخوانہ من النبیین والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین تک تمام انبیاء و رسل ان ہی امور کی تلقین کرتے آئے۔ اس میں کسی قوم اور فرقہ کی تخصیص نہیں۔ لیکن یہ امور کہ خدا کی کیا شان ہونی چاہئے؟ اس کی عبادت اور بندگی کا کیا طریقہ ہے۔ اس کے ارکان و شرائط و آداب کیا ہیں۔ معاد کی کیا حقیقت ہے۔ جزا اور سزا سے کیا مقصد ہے۔ نبوت اور رسالت کے کیا معنی ہیں۔ انبیاء و المرسلین کے کیا اوصاف ہونے چاہئیں۔ کون امور حق جل شانہٗ کے نزدیک پسندیدہ اور کون سے ناپسندیدہ ہیں؟ ان امور کا جواب تمام ادیان اور مذاہب میں یکساں نہیں مل سکتا۔ اس اعتبار سے ادیان اور مذاہب میں فرق مراتب ہے۔ جس مذہب اور شریعت میں ان باتوں کا مکمل اور مفصل جواب ہو۔ وہی مذہب اور وہی دین سب سے زیادہ صحیح، بہتر اور سب سے افضل و اکمل ہے اور وہی مذہب عالمگیر ہے۔

حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت مسیح بن مریم صلی اللہ علیہما وسلم تک جس قدر صحیفے اور کتابیں آسمان سے اتریں وہ ایک خاص قوم اور ایک خاص طبقہ کی زندگی کے لیے کافی تھیں اور زندگی کے تمام شعبوں کے لیے حاوی نہ تھیں۔ توریت کی کتاب الاحبار کو اٹھا کر دیکھئے تو زندگی کے تمام شعبوں میں سے صرف قربانی اور قصاص اور جانوروں کی حلّت و حرمت کے احکام اور حدود و تعزیرات مذکور ہیں۔ اور توریت کی پانچوں کتابوں میں جنت اور جہنم، قیامت اور یوم آخرت، اعمال کی جزا اور سزا کا بالکل ذکر نہیں۔ صرف دنیوی برکتوں اور لعنتوں کا ذکر ہے کہ خدا کی اطاعت کرنے والوں کے لیے دنیا کی برکتیں ہیں اور نافرمانوں کے لیے یہ لعنتیں اور ذلّتیں ہیں۔ انجیل میں قیامت کا اگر کچھ ذکر آیا ہے تو بہت مجمل اور مختصر۔ اخلاق اور روحانیت کی کچھ تعلیم ہے۔ باقی دنیوی اور اُخروی زندگی کے شعبوں کے متعلق کوئی تعلیم نہیں۔

زبور میں صرف مناجات اور خدا کی حمد و ثنا ہے احکام شریعت کا بالکل ذکر نہیں۔

انجیل میں زیادہ تر حضرت مسیحؑ کے حالات اور معجزات کا ذکر ہے۔ احکام برائے نام ہیں۔ اور جو صحیفے دو دو چار چار ورق کے عہد عتیق میں درج ہیں کہ جن میں سوائے کسی قصہ کے اور کسی شئے کا بیان نہیں۔ ان کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

غرض یہ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے زمانہ تک جو کتاب نازل ہوئی وہ ایسی جامع اور ہمہ گیر نہ تھی۔ جو زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی۔ دنیا و آخرت کی اصلاح و فلاح کی کفیل اور ہر زمانہ اور ہر ملک و قوم کے لیے مناسب ہوتی۔ اس لیے حق جل شانہٗ نے جب نبوت اور رسالت کے سلسلہ کے ختم کا ارادہ فرمایا تو ایسی جامع کتاب نازل فرمائی جو انبیائے سابقین کی ہدایت اور تلقینات اور ارشادات و تعلیمات کی جامع ہو۔ اور جو امور انبیاء اور مرسلین کی طرف غلط منسوب ہیں ان کی مصلح ہو۔ اور جن امور کی تکمیل کی ضرورت ہے ان کی مکمل ہو۔ تاکہ اس مکمل ہدایت نامہ کے بعد دنیا کی کسی قوم اور کسی ملک کو کسی دوسری ہدایت کی ضرورت باقی نہ رہے۔

یرید اللّٰہ لیبین لکم ویهدیکم سنن
الذین من قبلکم۔

اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے ہر چیز بیان کردے اور پچھلوں کے تمام طریقے تم کو بتلا دے۔

یعنی ہدایت کے جو طریقے اللہ نے انبیاء سابقین کو متفرقاً بتلائے تھے وہ سب کے سب مجتمعاً اللہ نے تم کو بتلا دیے۔ دین اسلام کیا ہے۔ تمام محاسن اور خوبیوں کا مجموعہ ہے۔ ۵

حسنِ یوسف دمِ عیسےٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کون نہیں جانتا کہ انسان کی زندگی کے تین دور ہیں۔ ایک بچپن، ایک شباب اور ایک پیری۔ اور ہر دور کا اقتضا الگ ہے اور ہر دور کی ضروریات جداگانہ ہیں۔ اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ شیرخوارگی کے زمانے کی غذا صرف ماں کا دودھ ہوتا ہے جوں جوں سن و سال بڑھتے جاتے ہیں۔ غذا بھی بدلتی جاتی ہے اور احکام بھی بدلتے جاتے ہیں۔ حکومت کی طرف سے بچوں اور لڑکوں کے لیے قانون بہت کم اور مختصر ہوتے ہیں۔ اصل قانون عاقل اور دانشمندوں کے لیے ہوتا ہے جوں جوں عقل و شعور بڑھتا جاتا ہے اسی قدر احکام اور پابندیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ اسی طرح نوع انسانی جب شیرخوارگی کا زمانہ گزار رہی تھی تو اس کی روحانی غذا (شریعت) بھی مختصر تھی۔ جوں جوں نوع انسانی ترقی کرتی رہی اور اس کا عقل و شعور بڑھتا رہا تو اس کے لیے احکام و شریعت بھی پہلے سے بڑھ کر آتی رہی حتیٰ کہ جب نوع انسان اپنے ادراک و شعور کے اوج پر پہنچ گئی اور اس قابل ہوگئی کہ دقیق سے دقیق مسائل سمجھ سکے تو اس کے لیے ایک کامل اور مکمل شریعت اتاری گئی کہ جو ہر قسم کے آئین و قوانین پر مشتمل ہے اور ایسے صحیح اور محکم اصول کی جامع ہے کہ جن میں ذرہ برابر اختلال اور اضمحلال کا امکان نہیں اور نہ اس شریعت کے بعد کسی اور شریعت کی ضرورت ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم
نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور دین اسلام تمہارے لیے پسند کیا۔

یعنی حضرت آدمؑ سے لے کر اب تک جو خدا تک پہنچنے کا راستہ خاص خاص وقت اور خاص خاص قوم کے لیے مناسب بتلایا جا رہا تھا اب وہ مکمل ہوگیا۔ اب

اس میں تا قیام قیامت کوئی تغیر و تبدل نہ ہوگا۔ اور اس تکمیل سے اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام اور احسان کو پورا فرمایا۔ اب خدا تک پہنچنے کے لیے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔

ان الدین عند اللہ الاسلام ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین

ان تصریحات اور تشریحات کے بعد کسی سلیم العقل اور صحیح الفطرت کو اسلام کے دین کامل اور عالمگیر مذہب ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ سکتا۔ لیکن متعصب اور معاند کی نظر میں کہ اسلام کے محاسن اور مناقب قبائح اور معائب دکھائی دیتے ہیں

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

عیسائیوں کا ایک اعتراض اور اس کا جواب

عیسائیوں نے اسلام پر بہت سے اعتراض کیے ہیں لیکن اپنے زعم میں ایک اعتراض کو بہت اہم اور مہتم بالشان سمجھ کر بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ قرآن میں جس قدر عمدہ مضامین ہیں وہ سابقہ کتب سے لیے گئے ہیں۔ قرآن میں کوئی جدید شے نہیں لہٰذا کتب سابقہ کے ہوتے ہوئے قرآن کی کیا ضرورت ہے؟ اسی بنا پر بہت سے پادریوں نے بہت سی کتابیں اور مضامین عدم ضرورت قرآن کے نام سے لکھے ہیں۔

اس وقت اس تحریر سے مقصد یہ ہے کہ تعلیم اسلام کا توریت و انجیل کی تعلیم سے مقابلہ کرکے دکھلائیں کہ قرآن کی تعلیم کس درجہ اعلیٰ و اکمل اور کس قدر افضل و برتر ہے اور قرآن کریم کی تعلیم کس قدر عقل سلیم اور فہم مستقیم کے مطابق ہے اور قرآن کی ان تعلیمات کو لوگوں کے سامنے پیش کریں جن کا کسی کتاب میں نام و نشان بھی نہیں۔

مگر قبل اس کے کہ ہم تفصیلی جواب کی طرف متوجہ ہوں علماء نصاریٰ کی خدمت میں اتنا ضرور عرض کریں گے کہ یہ سوال بعینہٖ انجیل پر بھی وارد ہو سکتا ہے کہ انجیل میں کون سے نئے اور جدید مضامین ہیں جو توریت اور کتب سابقہ میں موجود نہیں۔ حضرت مسیح کا خود مقولہ ہے۔ "قیامت تک توریت کا شوشہ بھی نہیں مٹے گا۔ میں بھی اس کی تکمیل کے لیے آیا ہوں۔" حضرت مسیحؑ کے اس مقولہ کو پیش نظر رکھ کر علمائے نصاریٰ انجیل کی ضرورت ثابت کریں۔ علماء نصاریٰ عاجز ہو کر یہ جواب دیتے ہیں کہ روحانی تعلیم کے لیے انجیل کی ضرورت ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی اس حقیقت کا جواب نہیں ہو سکا کہ انجیل میں وہ کونسی روحانی تعلیم ہے جو کتب سابقہ میں موجود نہیں ہے۔

قبل اس کے کہ ہم تعلیمات اسلام کی خصوصیات اور اس کے امتیازات کو ذکر کریں۔ یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ انبیاء و مرسلین کی بعثت کا مقصد صرف اتنا ہے کہ خالق اور مخلوق۔ بندہ اور خدا میں تعلق قائم کرنے کے طریقے بتلائیں اور خداوند ذوالجلال کے احکام اور اوامر و نواہی اور مرضی و نامرضی سے آگاہ کریں۔ اس لیے یہ ضروری نہیں کہ بعد میں آنے والا نبی من اولہٖ الی آخرہٖ کوئی جدید شریعت اور نئے احکام ہی لے کر آئے ورنہ حضرت ہارون اور حضرت یوشع اور دیگر حضرات انبیاء بنی اسرائیل کی نبوت و رسالت کی کیا دلیل ہے۔ نیز حضرت مسیح جو توریت کا ایک نقطہ اور ایک شوشہ بھی بدلنے کے لیے نہیں آئے۔ نصاریٰ کے زعم باطل کی بنا پر جسمانی حیثیت سے ان کی نبوت و رسالت کی کوئی دلیل بتلائے جاتے۔ نصاریٰ فقط انجیل سے ان تعلیمات کا حوالہ دیں جو کتب سابقہ توریت زبور وغیرہ میں مذکور نہیں۔ ممکن ہے کہ شاذ و نادر حکم انجیل میں ایسا ہو، جو توریت و زبور میں نہ ہو۔ لیکن توریت و زبور میں ہزارہا وہ مضامین ملیں گے جن کا انجیل میں کوئی نام نہیں۔ ہم بھی اس جواب کو سننا چاہتے ہیں۔ ذرا سوچ سمجھ کر جواب دیں۔ اب ہم سے سنئے۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ اصول دین کے ساتھ مقابلہ کرکے بتلاتے ہیں۔ فروع کو اس پر قیاس کر لیا جائے۔

فاقول وباللہ وبیدہٖ ازمۃ
التحقیق وھو الھادی الی سواء الطریق

توحید

اسلامی تعلیمات میں سب سے اہم اور مقدم توحید کی تعلیم ہے۔ کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں جو توحید کا مدعی نہ ہو۔ اور دنیا میں کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں توحید کا ذکر نہ ہو۔ حتیٰ کہ مشرک اور بت پرست بھی اس کے قائل ہیں کہ قادر مطلق اور خالق ارض و سما وہی ایک خداوند ذوالجلال ہے۔ اس لحاظ سے توحید کوئی نئی شے نہیں۔ مطلق توحید کے لحاظ سے کسی مذہب کو کوئی خاص خصوصیت نہیں ہے اسلام کو اس بارے میں جو خاص خصوصیت اور خاص امتیاز حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کی توحید نہایت کامل اور مکمل اور شرک کے ہر قسم کے شائبوں سے بالکل پاک اور منزہ ہے جس کی وجہ سے اب کسی اور مذہب کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ کمال کے بعد ہر شے کی انتہا ہو جاتی ہے۔

منتہائے کمال نقصان ست
گل بریزد بوقت سیرابی (سعدیؒ)

توحید کامل کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح ذات خداوندی میں کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح اس کی صفات مخصوصہ میں بھی کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں۔ مثلاً جلانا اور مارنا اور عالم الغیب ہونا یہ اسی کی صفات مخصوصہ ہیں۔ کسی ایک صفت میں بھی کوئی اس کا شریک اور مماثل نہیں، اور اسی طرح نہ اس کی عبادت اور بندگی میں کوئی اس کا شریک ہے۔ صرف وہی معبود حقیقی تنہا عبادت کا مستحق ہے جب تک توحید فی الذات کے ساتھ توحید فی الصفات اور توحید فی العبادات نہ ہو۔ اس وقت تک توحید ناقص اور ناتمام ہے۔

اسلام کے سوا تمام ارباب مذاہب اپنے اوتاروں اور پیغمبروں کے لیے وہ اوصاف مانتے ہیں جو حق جل شانہٗ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جس کی وجہ سے توحید فی الصفات سے محروم اور شرک فی العبادات میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اسلام آیا اور اس نے اپنے پیروؤں کے لیے خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کسی کے سامنے سر جھکانے کو حرام کر دیا۔ انبیاء، اولیاء اور ان کے مقابر کو سجدہ کرنے کی سخت ممانعت کی اور توحید کی تکمیل کے لیے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ۔ یعنی آپ کی عبدیت اور بندگی کا اقرار ساتھ ساتھ لگا دیا تاکہ اور قوموں کی طرح آپ کی اُمت آپ کو معاذ اللہ خدا اور معبود نہ سمجھ بیٹھے۔ بلکہ آپ کو خدا کا بندہ اور اس کا رسول سمجھتی رہے۔ اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ یعنی جس نام سے اللہ کی عبدیت اور بندگی ٹپکتی ہو۔

توحید کے باب میں ہندوؤں کا تو کچھ حال ہی مت پوچھو۔ دو چار تو کیا دس بیس خداؤں کے بھی قائل نہیں کہ کوئی شخص ان کے خداؤں کی فہرست بھی مرتب کر سکے۔ ہندوستان کے اکیس کروڑ ہندو تینتیس کروڑ دیوتا اور معبودوں کے قائل ہیں۔ تینتیس کروڑ معبودوں کو اکیس کروڑ ہندوؤں پر تقسیم کیا جائے تو فی عابد ڈیڑھ معبود حصہ میں آتا ہے۔

حال ہی میں ایک فرقہ آریوں کے نام سے پیدا ہوا ہے جو توحید کا مدعی ہے اور یہ کہتا ہے کہ وید بھی توحید خالص کا حامی اور شرک کا دشمن ہے۔ لیکن نصاریٰ کی طرح وہ بھی مادہ اور روح کو قدیم اور ازلی مانتا ہے نصاریٰ ہیں کہ وہ دعوائے توحید کے ساتھ تثلیث کے بھی مدعی ہیں لیکن آج تک کسی بڑے سے بڑے فیلسوف عیسائی سے بھی توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کا مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہو سکے گا۔

قرآن کریم ساڑھے تیرہ سو سال سے باآواز بلند پکار رہا ہے کہ حضرت مسیح بن مریم معاذ اللہ خدا نہیں بلکہ خدا کے برگزیدہ رسول اور پیغمبر ہیں اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہ عفیفہ اور مطہرہ ہیں۔ جو شخص حضرت مسیح بن مریم کی نبوت اور رسالت اور ان کی والدہ ماجدہ کی طہارت اور نزاہت کا اقرار نہ کرے وہ خدا کے نزدیک مغضوب اور ملعون ہے۔

ساڑھے تیرہ سو سال کی مسلسل چیخ پکار کے بعد بنی اسرائیل کی بھیڑیں چوکنی ہو کر اب دیکھتی ہیں کہ یہ کیا آواز ہے بنی اسرائیل کی اکثر و بیشتر بھیڑیں اب اسی طرف آ چکی ہیں کہ حضرت مسیح بن مریم بیشک اللہ کے بندے اور اس کے رسول برحق تھے۔

حضرت مسیح کی الوہیت کی بجائے نبوت و رسالت کا اقرار کرنے والے سچے دل سے بتائیں کہ تم کو اس خواب غفلت سے کس نے جگایا اور تم کو یہ صحیح راستہ کس نے دکھایا۔ یہ صرف قرآن کا احسان ہے مانیں یا نہ مانیں

سوائے قرآن کے دُنیا کی تمام کتابیں حضرت مسیح کے ذکر سے خاموش ہیں۔ عارف رومی فرماتے ہیں۔ ؎

آنکہ دو گفت و سہ گفت و بیش ازیں
متفق باشند در واحد یقیں
احولی چوں دفع شد یکساں شوند
آں دو سہ گویاں یکے گویاں شوند

یہود اگرچہ خدا کی توحید کے قائل ہیں۔ توریت میں بھی توحید کی تعلیم موجود ہے۔ لیکن توریت میں حضرت ہارون علیہ السلام کا معاذ اللہ گوسالہ بنانا مذکور ہے۔ جیسا کہ توریت سفر خروج باب ۳۲ درس اول میں ہے اور اسی باب کے ۲۴ ویں درس میں معاذ اللہ خود ہارون کا پرستش کے لیے گوسالہ بنانا مذکور ہے۔ اور کتاب سلاطین اوّل باب ۱۱ میں معاذ اللہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بُت پرستی کا ذکر ہے۔

لہٰذا جو کتاب توحید کی مدعی ہو۔ اور وہ اپنے ان مقتداؤں اور پیشواؤں کو جو دُنیا کے لیے نمونۂ عمل بن کر آئے سراسر خلاف توحید پیش کرتی ہو۔ وہ کامل اور مکمل توحید کے دعوے میں کہاں تک صادق تسلیم کی جا سکتی ہے۔

توریت سفر استثناء کے باب ۱۳ آیت اوّل میں ہے۔

> "اگر کوئی نبی یا خواب دیکھنے والا تم کو کوئی نشان یا معجزہ دکھلائے اور وہ بات جو اس نے تمہیں دکھائی۔ واقع ہو۔ اور وہ تمہیں کہے۔ آؤ! غیر معبودوں کی پیروی اور بندگی کریں تو ہرگز اس نبی یا خواب دیکھنے والے کی بات پر دھیان مت دھریو۔ کیونکہ تمہارا خدا تم کو آزماتا ہے اور وہ نبی اور خواب دیکھنے والا قتل کیا جائے گا۔"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی نبی خواہ کتنے ہی معجزے دکھلائے لیکن اگر وہ غیر اللہ کی پرستش کی طرف بلائے تو اس کو قتل کر دینا چاہیے۔

اب ہم اس حکم کے مطابق اوّل علمائے یہود سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق آپ حضرات کا کیا فتویٰ ہے۔ اور پھر علماء نصاریٰ سے حضرت مسیح علیہ السلام کی بابت دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آپ حضرات کے نزدیک حضرت مسیح معاذ اللہ جب مدعی الوہیت تھے توریت کے اس حکم کے مطابق حضرت مسیح کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے اگر علیٰ زعم النصاریٰ یہود حضرت مسیح کو قتل نہ کرتے تو نصاریٰ پر حضرت مسیح کا قتل اور سنگسار کرنا واجب تھا یا نہیں۔ سنگساری کا حکم اسی باب کے درس ۹ میں مذکور ہے اور نیز حضرت مسیح کی بات کو سُننا اور اس پر کان دھرنا چاہیے تھا یا نہیں۔ علماء نصاریٰ اس سوال کا جواب دیں۔

صفات باری عزّ اسمہٗ

خداوند ذوالجلال کی صفات کمال اور اس کی تنزیہ و تقدیس کو جس بے مثال طریقہ سے قرآن نے بیان کیا کوئی کتاب اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ نہایت اختصار کے ساتھ ہم خداوند ذوالجلال کی صفات کمال کو ذکر کرکے عیسائی مذہب سے مقابلہ کرکے دکھلانا چاہتے ہیں۔

قرآن	بائبل
قرآن کریم خداوند ذوالجلال کے متعلق یہ بیان کرتا ہے۔	اور اس کے بالمقابل نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ
(۱) کہ وہ خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ یعنی ایک ہے کوئی اس کا شریک اور سہیم نہیں۔ قال تعالیٰ والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم	(۱) خدا ایک نہیں بلکہ تین میں کا ایک ہے۔ جس طرح ہندوؤں کے نزدیک کرشن بھیشن اور برہما تین خدا ہیں۔
(۲) وہ غنی اور بے نیاز ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور سب اس کے محتاج ہیں۔ قال تعالیٰ یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید وقال تعالیٰ واللہ الغنی وانتم الفقراءُ۔	(۲) نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح تمام لوازم بشریت کے محتاج تھے۔
(۳) اور وہ قوی اور عزیز ہے۔ قال تعالیٰ وھو القوی العزیز یعنی وہ زور والا اور زبردست ہے۔ کوئی اس پر غالب نہیں آسکتا۔	(۳) نصاریٰ کے بیان کے مطابق خداوند یسوع مسیح اپنے پیدا کیے ہوئے بندوں سے عاجز تھے اور ان کے دشمن جو انہی کے پیدا کیے ہوئے تھے وہ قوی اور زبردست ہیں۔
(۴) وہ حیّ و قیوم ہے یعنی زندہ ہے۔ موت کا طاری ہونا اس پر محال ہے اور وہ سب کو سنبھالنے والا ہے۔ قال تعالیٰ اللہ لا الٰہ الا ھو الحیّ القیوم لا تاخذہٗ سنۃ ولا نوم لہٗ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیءٍ من علمہ الا بما شاء وسع کرسیہ السمٰوات والارض ولا یؤدہٗ حفظھما وھو العلی العظیم	(۴) نصاریٰ کے نزدیک خداوند یسوع مسیح کو ان کے دشمنوں نے مار ڈالا اور تین دن تک قبر میں مدفون رہے۔ حضرت مسیح سوتے بھی تھے۔ اور ان کو اونگھ اور نیند بھی آتی تھی۔
(۵) وہ سمیع و بصیر ہے۔ ایک ہی آن میں سارے عالم کی مختلف آوازیں بلا کسی التباس اور اشتباہ کے سُنتا ہے اور تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کی حرکت بھی اس کی بے چون و چگون نگاہ سے مخفی نہیں۔ قال تعالیٰ لیس کمثلہ شی وھو السمیع البصیر۔ وہ بے مثل ہے اور سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔	(۵) حضرت مسیح میں یہ صفت نہ تھی۔ حضرت مسیح سارے عالم کی آوازیں نہیں سُنتے تھے اور نہ سب کو بیک وقت دیکھتے تھے۔
(۶) اور وہی سب کا خالق اور سب کا معبود ہے۔ قال تعالیٰ۔ ذالکم اللہ ربکم لا الٰہ الا ھو خالق کل شی فاعبدوہ	(۶) معاذ اللہ بقول نصاریٰ اگر حضرت مسیح خالق و معبود تھے جو حضرت مسیح عبادت و بندگی، جس کا انجیل میں جابجا ذکر ہے وہ کس کے لیے کرتے تھے۔ کیا اپنی ہی عبادت کیا کرتے تھے اور خود ہی عابد اور خود ہی معبود تھے۔ اور کیا خدا اپنی ہی عبادت کرتا ہے۔
(۷) وہ عالم الغیب ہے۔ کوئی ذرہ آسمان اور زمین کا اس پر مخفی نہیں۔ قال تعالیٰ۔ ان اللہ لا یخفیٰ علیہ شیءٌ فی الارض ولا فی السماء وھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء لا الٰہ الا ھو العزیز الحکیم اور اسی قسم کی بے شمار آیتیں ہیں۔	(۷) حضرت مسیح عالم الغیب نہ تھے اور نہ وہ رحم مادر میں کسی کی تصویر بنانے پر قادر تھے۔ خود ان ہی کی رحم مریم میں اللہ کے حکم سے تصویر بنی۔ کیا معاذ اللہ خدا کی بھی کسی عورت کے رحم میں تصویر بنتی ہے؟
(۸) وہ قاہر ہے مقہور نہیں۔ وہ غالب ہے مغلوب نہیں۔ قال تعالیٰ وھو القاھر فوق عبادہ وقال تعالیٰ واللہ غالب علیٰ امرہٖ	(۸) بقول نصاریٰ حضرت مسیح تو مقہور اور مغلوب رہے اور ان کے دشمن قاہر اور غالب رہے۔
(۹) وہ محی اور ممیت ہے۔ یعنی وہی مارتا ہے اور وہی جلاتا ہے اور وہی موت و حیات کا خالق اور مالک ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ان اللہ لہٗ ملک السمٰوٰت والارض یحیی ویمیت وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر تبارک الذی بیدہ الملک وھو علیٰ کل شی قدیر	(۹) بقول نصاریٰ اگر حضرت مسیح موت و حیات کے مالک و خالق تھے تو اپنے سے موت کا پیالہ کیوں نہ ٹلا سکے۔ اور وہ کون ذات تھی جس کے لیے بار بار سجدہ میں منہ کے بل گر گئے۔ حضرت مسیح یہ دعا مانگتے تھے کہ اے اللہ مجھ سے

الذی خلق الموت والحیاۃ۔

(۱۰) وہ قادرِ مطلق ہے کسی شے سے عاجز نہیں۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ قال تعالیٰ انہ علی کل شیءٍ قدیر۔ فعال لما یرید اور وما کان اللہ لیعجزہ من شی فی السمٰوٰت ولا فی الارض انہ کان علیما قدیرا۔

(۱۱) وہ ازلی اور ابدی ہے۔ قال تعالیٰ۔ کل شی ھالک الا وجھہ لہ الحکم و الیہ ترجعون۔ قال تعالیٰ و توکل علی الحی الذی لایموت و سبح بحمدہٖ۔ وقال تعالیٰ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذی الجلال والاکرام۔

(۱۲) وہ رؤف الرحیم ہے۔ یعنی اپنے بندوں پر نہایت مہربان اور بے انتہا رحمت کرنے والا۔ قال تعالیٰ۔ ان اللہ کان بکم رحیما اور ورحمتی وسعت کل شیءٍ اور کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ وان ربی رحیمٌ اور لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔

(۱۳) وہ غفور الرحیم ہے اور عفو کریم اور ستار اور علیم ہے۔ یعنی گناہوں کا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا اور بکثرت معاف کرنے والا اور عیبوں اور گناہوں کی چشم پوشی کرنے والا۔ قال تعالیٰ۔ قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم۔ قال تعالیٰ۔ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر۔

(۱۴) وہ اپنے بندوں سے محبت کرنے والا اور ان پر رحمت فرمانے والا ہے۔ ان ربی رحیم ودود وھو الغفور الودود۔ ان للہ یحب المحسنین۔ ان للہ یحب المتطھرین۔ اور اس قسم کی اور بے شمار آیتیں ہیں۔

(۱۵) وہ توالد اور تناسل سے پاک ہے۔ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔

(۱۶) وہ کھانے اور پینے سے بھی پاک ہے۔ قال تعالیٰ۔ وھو الذی یطعم ولا یطعم

(۱۷) وہ بیوی سے بھی پاک ہے۔ اس کے کوئی بیوی نہیں۔ قال تعالیٰ۔ ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا وقال تعالیٰ ولم تکن لہ صاحبۃ۔

(۱۸) وہ عادل ہے۔ ظالم نہیں۔ قال تعالیٰ۔ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ۔ وقال تعالیٰ وتمت کلمۃ ربک صدقاً وعدلاً لا مبدل لکلمتہ۔

(۱۹) وہ یکتا اور بے مثل اور بے چون و چگون ہے۔ کسی شے میں مخلوق کے مشابہ نہیں۔ قال تعالیٰ۔ لیس کمثلہ شیءٌ ولم یکن لہ کفوا احد افمن یخلق کمن لا یخلق۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

یہ موت کا پیالہ ٹال دے۔ معاذ اللہ خدا کی یہی شان ہے کہ وہ موت کا پیالہ ٹلنے کی دعا مانگے۔

(۱۰) حضرت مسیح قادرِ مطلق تو کہاں ہوتے وہ تو اپنے بندوں ہی سے عاجز تھے۔ اپنی منشا کے مطابق وہ دشمنوں سے نکل کر بھاگ بھی نہ سکے۔

(۱۱) حضرت مسیح پہلے سے موجود نہ تھے۔ بطنِ مریم سے پیدا ہوئے۔ ازلیت تو اس طرح باطل ہوئی اور بقول نصاریٰ صلیبی موت سے ابدیت حاصل ہوئی اور خدا کے لیے تو ازلی اور ابدی ہونا ضروری ہے۔

(۱۲) نصاریٰ کے نزدیک بارگاہِ خداوندی میں ہزار کوئی گڑگڑاتے اور ہزار گریہ زاری سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے تو خدا اپنے فضل اور اپنی رحمت و اسعہ سے اس کو معاف نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ اس کی شان عدل و انصاف کے خلاف ہو جاتا ہے سبحان اللہ! کیا عجیب فلسفہ ہے کہ خدا اپنی رحمت سے اگر کسی کا قصور معاف فرمائے وہ ظلم ہو جائے۔

(۱۳) نصاریٰ کے نزدیک خدا کو نہ مغفرت کا اختیار ہے نہ عفو کا۔ مغفرت اور معافی کی صورت یہ ہے کہ حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا جائے اور دشمن ان کو ذلیل کریں معاذ اللہ منہ پر تھوکیں اور طمانچہ لگائیں۔ اور سر پر کانٹوں کا تاج رکھیں اور ہاتھوں میں میخیں ٹھونکیں۔ تب خدا بندوں کے گناہوں کی مغفرت کرتا ہے اور تب انکی خطائیں معاف کرتا ہے۔ ع
بریں عقل و دانش بباید گریست

(۱۴) بقول نصاریٰ معاذ اللہ جب خدا کو اپنے اکلوتے بیٹے سے ہی محبت نہیں باوجود کامل قدرت اور اختیار کے اپنے بیٹے کو دشمنوں سے ذلیل کرایا۔ تو پھر ایرا وغیرہ اور ہمہ شما کا خدا سے محبت کی امید رکھنا بالکل بے سود ہے۔

(۱۵) نصاریٰ کے نزدیک معاذ اللہ خدا توالد اور تناسل سے پاک نہیں۔ مسیح جیسا بیٹا جنا۔

(۱۶) نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح باوجود خدا ہونے کے کھاتے اور پیتے بھی تھے اور قضا حاجات بھی کرتے تھے۔

(۱۷) نصاریٰ کے زعم فاسد کی بنا پر حضرت مریم معاذ اللہ خدا کی بیوی تھیں۔ اس لیے کہ بیٹے کی ماں، باپ کی بیوی ہی تو ہے۔ پس جب حضرت مسیح حضرت مریم کے بیٹے ہوئے اور خدا باپ ٹھہرا۔ تو علیٰ مذہب النصاریٰ۔ معاذ اللہ حضرت مریم کا خدا سے زوجیت ہی کا علاقہ ہوا۔ العیاذ باللہ۔

(۱۸) نصاریٰ کے نزدیک بندوں کے گناہوں کا توبہ یا خدا کی رحمت سے معاف ہو جانا تو ظلم ہے مگر کفارہ کے لیے ایک معصوم اور بے گناہ کا قتل یہ ظلم نہیں واہ واہ

(۱۹) نصاریٰ کے نزدیک خدا کا یکتا اور بے مثل ہونا ضروری نہیں۔ اس لیے کہ معاذ اللہ حضرت مسیح خدا تھے اور خدا کے مماثل اور مشابہ تھے۔ اس لیے کہ بیٹا باپ کے مماثل ہوا کرتا ہے۔

عیسائی مذہب کی بنا پر شانِ خداوندی کا نمونہ

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! نصاریٰ بیچارے یہ کہتے ہیں کہ خداوندِ ذوالجلال اپنی شانِ رفعت و اجلال سے اتر کر اول اپنی پیدا کی ہوئی باندی (مریم) کے پردۂ رحم ہی میں اپنی باندی کے بطن سے غذا حاصل کر کے نشو و نما پاتا رہا اور پھر جس طرح اس کے تمام بندے شکم مادر سے پیدا ہوتے چلے آئے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی ایک روز اپنی باندی کے پیٹ سے پیدا ہوا اور عرصہ تک اس کا دودھ پیتا رہا اور اسی کی گود میں پلتا رہا۔ کچھ عرصہ کے بعد باندی نے اپنے خدا کا دودھ چھڑایا اور اس کو پڑھایا اور لکھایا اور تعلیم دی اور اپنے حقوق کا اس کو پابند بنایا۔

جب خدا جوان ہو گیا اور اپنے بندوں کے سامنے اپنی خدائی کا اعلان کیا تو اس کے بندوں میں سے بیہودہ پے بہبود نے جن کو اسی نے پیدا کیا اور اسی نے ان کو رزق دیا اور اسی کے حکم سے اب وہ زندہ ہیں۔ اپنے خداوند اور خالق و رزاق سے منحرف ہو کر اس کی دشمنی پر آمادہ ہو گئے۔ اور خاطر خواہ اپنے خداوندِ خالق اور معبود رزاق کو خوب ذلیل اور رسوا کیا۔ اور اپنے خدا کو قتل کرنے کے لیے خدا ہی کے پیدا کئے ہوئے درختوں میں سے ایک لکڑی لے کر صلیب تیار کی۔ اور اس خدا کو اس آفتاب کی تمازت میں لے جا کر کھڑا کیا کہ جو روزانہ اسی خدا کے حکم سے طلوع و غروب ہوتا ہے۔ پھر اس خدا نے اپنے بندوں سے یہ درخواست کی کہ مجھ کو ان چشموں سے کہ جن کو میں نے تمہارے لیے زمین پر جاری کیا۔ ایک گھونٹ پانی لا کر پلا دو۔ مگر بندوں نے ایک نہ سنی اور بجائے پانی کے کچھ سرکہ لا کر پلا دیا۔ جب حوادث اور مصائب نے خدا کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ تو گھبرا کر کہنے لگا۔ الٰہی الٰہی! لما سبقتانی اے اللہ۔ تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا۔ اس پر بھی بندوں کو رحم نہ آیا اور چوروں کی طرح پکڑ کر سولی دے دی۔ جب خدا مر گیا تو سولی سے اتار کر اس کو قبر میں دفن کر دیا۔ ایک دو عورت یا مرد کا بیان ہے کہ تین دن کے بعد خدا پھر زندہ ہو گیا۔ اور پھر اپنی اصلی شانِ جلال کی طرف عود کر گیا۔

استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ سبحانہ وتعالیٰ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ

تحریر
ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکیم
ترجمہ
مولانا محمد یوسف ساہیوال

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بے انصافیوں کو رفع کرنا، بنی اُمیہ کے وظائف اور ان کے نوکروں کی تنخواہیں بند کرنا اور ان کی زمینوں کو خراج کی طرف واگذار کرانا شروع کیا۔ اور ان کی جاگیریں ختم کرکے انہیں تنگدست کر دیا تو وہ اس پر بڑے سٹ پٹائے اور وفد کی صورت میں آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آپ نے مسلمانوں کے بیت المال کو تو خوب بھر دیا مگر ان "اصلاحات" سے اپنے خاندان کو قلاش بنا دیا۔ یہ خلافت آپ سے پہلے اور لوگوں کے پاس بھی رہی ہے۔ پہلے خلفاء کے فیصلوں کو اپنی جگہ رہنے دیجئے اور آئندہ نئے معاملات میں آپ جو چاہیں کریں۔ فرمایا: یہ تمہاری رائے ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: لیکن میری رائے یہ نہیں، واللہ میں یہ چاہتا ہوں کہ روئے زمین پر کوئی ناجائز فیصلہ ایسا نہ رہے جسے ختم نہ کر دوں۔ اس سلسلہ میں یہاں تک جانے کو تیار ہوں کہ میں جب بھی کسی ظلم کی اصلاح کروں۔ اس کے عوض میرا ایک عضو گر جائے، جس کی ٹیس مجھے بے آرام کئے رکھے اور وہ پھر صحیح سالم اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے، یہاں تک کہ جب کوئی مظلمہ باقی نہ رہے تو میری روح پرواز کر جائے۔

بنی اُمیہ نے یہ سُنا تو وہاں سے اُٹھ کر ولید کے ایک بیٹے کے پاس گئے۔ جو ان کے خاندان میں سب سے بڑا تھا اور اس سے کہا کہ وہ حضرت عمرؓ کو زجر و توبیخ کا خط لکھے، ممکن ہے یہ خط انہیں ان کے "غلط رویے" سے باز رکھ سکے۔ چنانچہ اس نے آپ کو لکھا:

"اما بعد: تو نے اپنے پیشرو خلفاء کی توہین کی ہے۔ تو نے ان کی سیرت و روش چھوڑ کر نئی راہ اختیار کی ہے۔ تو ان کی تنقیص اور ان کے اعمال پر نکتہ چینی کی غرض سے ان کے فیصلوں کو "مظالم" کا نام دیتا ہے۔ اور ان کے بعد ان کی اولاد کو سب و شتم کا نشانہ بناتا ہے، حالانکہ تجھے اس کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ اللہ نے جس صلہ رحمی کا حکم فرمایا ہے تو نے اسے قطع کر دیا اور اپنے اہلِ قرابت سے بے انصافی کی، تو نے محض ظلم و عدوان اور جور و ستم کی بنا پر قریش کے اموال، ان کی میراث اور ان کے حقوق کو اپنے بیت المال میں داخل کر لیا۔

پس اے عبدالعزیز کے بیٹے! اللہ سے ڈر اور اس کا دھیان رکھ۔ اگر تو اپنے اہلِ قرابت کو قطع رحمی اور ظلم کا نشانہ بناتا رہا تو تو زیادہ دیر تک اپنے منبر پر نہیں رہے گا۔ قسم اللہ کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کرامت سے نوازا تو نے اپنی اس خلافت کے ذریعہ جس کو تو ابتلاء سمجھتا ہے۔ اور وہ واقعی تیرے لیے ابتلا ہی ہے ـــــ اللہ سے دُور ہونے میں اضافہ کر لیا ہے، اس لیے اپنے ظالمانہ طرزِ عمل میں لچک پیدا کر۔ اسے اللہ! سلیمان بن عبدالملک سے تو ہی حساب لے کہ اس نے اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے کیا سازش کی جب اس نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو خلیفہ بنا کر ان پر مسلط کر دیا۔

اس کے جواب میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے لکھا:۔

امیر المومنین عمرؓ کی طرف سے فلاں بن الولید کے نام، سلام اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ میں تیرے سامنے اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ـــــ اما بعد! اے فلاں! تیری ابتدائی حالت یہ ہے کہ تیری ماں "بنانہ" سکونی کی لونڈی تھی، حمص کے گھروں میں جاتی اور وہاں سارا دن دکانوں کا چکر کاٹتی تھی، خدا بہتر جانتا ہے کہ اس کی وہاں کیا حالت تھی۔ پھر اسے دینار بن دینار نے مسلمانوں کی "فے" سے خرید کر تیرے باپ کو ہدیہ کیا، پس وہ تیرے ساتھ حاملہ ہوئی۔

پس تو ماں کے پیٹ میں کیا ہی بُرا تھا اور پیدائش کے بعد بھی ـــــ پھر تیری نشو و نما ہوئی تو تو جبّار اور بدبخت بنا۔ تو نے اپنے خط میں مجھے ظالم کہا ہے اور تیرا خیال ہے کہ تیری اور تیرے گھرانے کی عزت و حرمت مسلمانوں کے بیت المال سے وابستہ ہے، جس میں اہلِ قرابت، ضعیف مسکین اور مسافر کا حق ہے تو انہی میں کا ایک ہے، جو ان کو ملے گا اتنا ہی تجھ کو ملے گا، اور جو کچھ ان کے ذمہ ہوگا وہی تیرے ذمہ ہوگا۔ مجھ سے بڑا ظالم اور عہدِ الٰہی کا تارک کون ہوگا۔ اگر میں تیرے جیسے نادان بچے کو عامل بنا دوں کہ تو مسلمانوں کے خون و مال میں اپنی من مانی کرتا پھرے جس کی نہ نیت صحیح ہو، نہ اولاد کی محبت کے سوا اس کے فیصلوں کی کوئی بنیاد ہو۔ حالانکہ یہ نہ تو تیرے لیے جائز ہے، نہ اس کا تجھے حق ہے۔ پس ہلاکت ہے تیرے لیے اور تیرے باپ کے لیے۔ قیامت کے دن تم دونوں پر نالش کرنے والوں اور گردن میں کپڑا ڈالنے والوں کی تعداد کیا کچھ کم ہوگی؟ اور جس کے خلاف دعوےٰ کرنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو اس کی نجات کی کیا سبیل ہو سکتی ہے؟ مجھ سے بڑا ظالم اور عہدِ الٰہی کا تارک کون ہوگا۔ اگر میں مسلمانوں کی "فے" اور ان کے صدقات میں فلاں بربری عورت کا حصہ لگا دوں؟ تیری ماں تجھے گم پائے۔ کیا اس عورت نے ہجرت کی ہے یا بیعتِ رضوان میں شریک ہوئی ہے کہ وہ مقاتلین (مجاہدین) کے حصہ کی مستحق ہو؟ اور مجھ سے بڑھ کر ظالم اور عہدِ الٰہی کا تارک وہ ہے جس نے قرہ بن شریک ایسے اکھڑ، گنوار دیہاتی کو مصر کا عامل بنا ڈالا، اور اُسے نے و نوش، شراب اور ساز و سارنگی کی کھلی چھٹی دے رکھی، اور مجھ سے بڑا ظالم اور عہدِ الٰہی کا تارک وہ ہے جس نے یزید بن ابی مسلمؒ کو سارے مغرب پر مسلط کیا کہ وہ مالِ حرام سمیٹتا اور خونِ ناحق بہاتا رہے۔ ذرا صبر کرو اگر میرے چل چلاؤ کی تیاری جلدی شروع نہ ہو گئی اور میری عمر نے وفا کی اور اللہ تعالیٰ نے حقوق ان کے مالکوں کی طرف لوٹا دیئے تو میں تیرے اور تیرے گھرانے کے واسطے پوری طرح فارغ ہو جاؤنگا اور تمہیں سیدھی اور روشن روش پر قائم کرکے چھوڑوں گا۔ مدتِ دراز تک تم لوگوں نے راستہ کی کھوٹی پگڈنڈیوں کو اختیار کئے رکھا اور حق کو پس پشت ڈالا۔ علاوہ بریں ایک اور چیز، جس کے بارے میں میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بہتر رائے ہوگی۔ یہ ہے کہ میں تیری گردن کے بیچنے کا قطعی حکم دوں گا، کیونکہ کتاب اللہ کے مطابق ہر مسلمان کا تجھ میں حصہ ہے۔

"اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے، ہاں ظالموں کو اللہ کا سلام نہیں پہنچتا"۔

مصنفؒ فرماتے ہیں:۔ ہمارے بعض اصحاب نے عبداللہ بن یوسف سے انہوں نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے عیسیٰ ابن المثنیٰ الکلبی اور محمد بن حجاج الخولانی سے سُنا، وہ ذکر کرتے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ولید کے کسی لڑکے کے نام خط لکھا تھا (اس کا مضمون وہی اوپر کے مکتوب کا ہے البتہ) اس میں "اللہ اظلم" والا فقرہ نہیں، اور اس خط میں یہ بھی لکھا:

"ہاں اگر تم چاہو تو میں بتاؤں کہ مجھ سے زیادہ ظالم اور عہدِ الٰہی کا تارک کون ہے؟ وہ تیرا باپ ہے جس نے بنی ابی عقیل کے غلام یزید بن ابی مسلم کو ۲/۵ حصہ پر مسلط کیا۔ جس کے لیے قتل کرنا، سُولی دینا اور ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالنا معمولی بات تھی"۔ اور اُس میں اس سے زیادہ اور اس سے بڑھ کر ناگوار باتیں تھیں، "اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو مجھے تجھ سے باز رکھتی ہے تو میں تیری طرف ایسے شخص کو بھیجتا جو تیری توہین و تذلیل کے لیے تیرا سر مونڈھ لاتا۔ مگر ابھی تک پانی سر سے اونچا نہیں ہوا والسلام"۔

مجھے بعض اہلِ علم نے بتایا ہے کہ سلیمان بن عبدالملکؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے کہا:۔ دیکھئے موسم حج میں کس کثرت سے لوگ جمع ہیں؟ فرمایا: امیر المومنین! یہ سب آپ کے خُصَماء ہیں (قیامت کے دن دربارِ خداوندی میں آپ کے خلاف نالش کریں گے)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ولید بن ہشام المُعیطی کو قنسرین کا امیر لشکر اور فرات بن مسلم کو وہاں کا امیرِ خراج مقرر کیا۔ ان دونوں کے درمیان اَن بن ہو گئی۔ ولید بن ہشام نے اس قصہ کو یہاں تک پہنچا دیا کہ قنسرین کے چار معمر افراد کو تیار کیا کہ وہ فرات کے خلاف یہ شہادت دیں کہ وہ نماز نہیں پڑھتا۔ صحت و اقامت کی حالت میں بھی رمضان کے روزے نہیں رکھتا۔ غسلِ جنابت تک نہیں کرتا اور ماہواری کی حالت میں بیوی کے پاس جاتا ہے۔ یہ لوگ جن کی ڈاڑھیاں مہندی سے رنگین تھیں، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس آئے اور یہ گواہی دی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: یہ تو خیر تم نے دیکھا ہوگا کہ اس نے نماز

نہیں پڑھی۔ خدا جانے جان بوجھ کر، یا سہو و نسیان کی وجہ سے اور یہ بھی تم نے دیکھا ہوگا کہ بظاہر اسے کوئی مرض نہیں تھا اس کے باوجود اس نے رمضان میں روزہ نہیں رکھا، لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ جنابت کا غسل نہیں کرتا اور خاص حالت میں بیوی کے پاس جاتا ہے؟ واللہ! یہ گالی کسی کو نہیں دی جا سکتی، بالخصوص فرات ایسے پاک دامن اور امانت دار شخص کو؟ اے غلام! ان بدکردار بڈھوں کو پولیس افسر کے حوالے کر، اور اس سے کہو ہر ایک کی چوٹی پر بیس کوڑے لگائے اور بتقاضائے عمر ذرا نرم ضربیں لگائے اور ان کو یہی ذلت و رسوائی کافی ہے جس کی طرف یہ لوٹ کر جانے والے ہیں۔ بشرطیکہ اللہ تعالےٰ ان کے جرم کو معاف نہ کردیں۔

بعد ازاں ان سے ضمانتیں لیں کہ فرات ہی خود آکر ان سے اپنا حق وصول کریں یا انہیں معاف کردیں اور معاف کر دینا تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ عزّ و جلّ کے ہاں قرب کا ذریعہ ہے۔ پھر آپ نے ولید اور فرات کے درمیان صلح صفائی کرا دی۔

آئندہ سال ولید، قنسرین کے چند سرآوردہ نبطیوں کی معیت میں آیا، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرات کو لکھا کہ وہ بھی آجائیں، وہ آ گئے۔ یہ حضرت عمرؒ کے تخت کے پیچھے چھپے بیٹھے تھے کہ اتنے میں نبطی داخل ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا: تمہارے امیر (فرات) کے لیے یہاں آنے کے لیے تم لوگوں نے ——— زادِ سفر کے طور پر کیا کچھ مہیا کیا تھا؟ وہ بولے: امیر المومنین! کیا واقعی وہ آئے ہیں؟ فرمایا: تمہیں اس کا علم نہیں؟ عرض کیا نہیں، واللہ، امیر المومنین! ہمیں کچھ خبر نہیں۔

اب حضرت عمرؓ نے ولید کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ولید! ایک شخص قنسرین کی سرزمین کا بادشاہ ہے۔ وہ اپنے زیرِ سلطنت علاقے سے اور اپنی زیرِ زمین سے چلتے ہوئے مجھ تک پہنچتا ہے مگر کسی کو کانوں کان اس کی اس کی خبر تک نہیں ہوتی، وہ نہ کسی کو ہٹو بچو کہتا ہے نہ کسی کو ڈراتا دھمکاتا ہے، کیا مناسب نہیں ہوگا کہ اسے تواضع کا خوگر اور عفیف باور کیا جائے؟

ولید نے کہا: امیر المومنین! وہ واقعتاً عفیف ہیں اور میری جانب سے ان پر ظلم و تعدی ہوئی۔ میں اللہ تعالےٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: اعترافِ خطا بڑی اچھی بات ہے اور اصرار پر اس کی فضیلت بالکل واضح ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو اپنے عہدوں پر واپس کر دیا۔

ولید نے محض نمائشی طور پر حضرت عمرؓ کے یہاں اپنی قیمت بڑھانے کے لیے آپ کو یہ خط لکھا:

"میں نے اپنے ماہانہ مصارف کا تخمینہ لگایا۔ وہ اتنے درہم ہوتے ہیں اور میری تنخواہ میری ضروریات سے اتنی زیادہ ہے۔ اگر امیر المومنین کی رائے ہو تو زائد کی تخفیف فرما دی جائے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا: ولید، ایسی چیز کا نمائشی اظہار کیا چاہتا ہے جو میرے خیال میں اس میں نہیں پائی جاتی، اگر محض بربنائے گمان کسی کو معزول کرتا تو اسے کرتا۔ پھر آپ نے اتنی تنخواہ کی تخفیف کر دی جس کی اس نے درخواست کی تھی اور اپنے ولی عہد یزید بن عبد الملک کے نام یہ تحریر لکھوائی:

"ولید بن ہشام نے مجھے اس مضمون کی درخواست بھیجی ہے میرا بیشتر گمان یہ ہے کہ اس نے ایک ایسی چیز کا غلط اظہار کیا ہے جس پر وہ قائم نہیں۔ اگر میں اپنے گمان پر عمل کرتا تو میری جانب سے کبھی اسے کوئی عہدہ نہ دیا جاتا، مگر میں ظاہر پر عمل کرتا ہوں اور غیب کا علم اللہ کے پاس ہے۔ میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر مجھے کوئی حادثہ پیش آئے خلافت تیرے ہاتھ آئے اور ولید تجھ سے یہ درخواست کرے کہ اس کی یہ تنخواہ بحال کر دی جائے اور وہ یہ ذکر کرے کہ میں نے خواہ مخواہ اس کی تنخواہ کم کر دی تھی۔ تو تیرے یہاں اپنی مراد میں وہ ہرگز کامیاب نہ ہو کیونکہ اس نے اس کے ذریعہ اللہ سے دغا بازی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اس دغا بازی کی سزا دے گا۔"

چنانچہ یہی ہوا جب حضرت عمرؓ کا وصال ہوا اور خلافت یزید کے سپرد ہوئی تو ولید نے اسے لکھا کہ عمرؓ نے مجھ پر ظلم کیا اور میری تنخواہ کم کر دی لہٰذا میری تنخواہ بحال کی جائے، یزید یہ پڑھ کر غضب ناک ہوا۔ اس کو معزول کر دیا اور حضرت عمرؓ کے زمانے سے اب تک جتنی تنخواہ وصول کر چکا تھا اس کا تاوان بھی اس پر ڈالا اور مرتے دم تک پھر اسے کوئی عہدہ نہیں ملا۔

عبد الرحمٰن بن سلیمان بن عبد الملک کہتے ہیں: میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے خادم مزاحم بھی وہاں موجود تھے۔ آپ ایک کھردرے سے گدّے پر تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا:

عبد الرحمٰن! قریب آجاؤ۔ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ گدّے پر بٹھا لیا۔ پھر فرمایا: عبد الرحمٰن! ان تینوں نے کیا کیا؟ میں نے عرض کیا: وہ تینوں کون؟ فرمایا: تیرا دادا (عبد الملک)، تیرا باپ (سلیمان) اور تیرا چچا (ولید) میں نے عرض کیا: آپ کی طرح انہوں نے بھی خلافت کی باگ ڈور سنبھالی۔ پھر بلاوا آیا تو چل دیے۔ فرمایا: میں اُن کا قصہ بتاؤں؟ عرض کیا: ضرور۔ فرمایا: دوسروں کی طرح میں بھی تیرے دادے کی صحبت میں رہا ہوں۔ اس کی تیمارداری میں بھی شریک رہا۔ اس کے دفن میں بھی اوروں کے ساتھ شرکت کی۔ میں نے کسی کو اس سے زیادہ دُنیا کا عالم نہیں دیکھا۔ پھر یہ تمام چیزیں تیرے چچا کے سپرد ہوئیں۔ میں اس کے پاس بھی رہا۔ اس کی تیمارداری میں بھی شریک رہا۔ دوسروں کے ساتھ اس کے دفن میں حصہ لیا۔ میں نے کسی کو اس سے بڑھ کر دُنیا پر غالب نہیں دیکھا۔ پھر یہ ساری چیزیں تیرے باپ کے سپرد ہوئیں۔ زندگی بھر میرا اس کا ساتھ رہا۔ اس کی تیمارداری اور کفن دفن میں بھی شریک ہوا۔ میں نے اس سے زیادہ دُنیا کو کھاتے کسی کو نہیں دیکھا۔ اب یہ دُنیا میری طرف متوجہ ہوئی ہے اور مجھ سے میرے دین کا سودا کیا چاہتی ہے۔ یہ فرماتے ہوئے آپ پر گریہ طاری ہو گیا اور بے اختیار رو پڑے۔ یہ دیکھ کر آپ کے خادم مزاحم نے کہا: عبد الرحمٰن! تم اٹھ جاؤ۔ میں اٹھ کر ابھی مکان کے دروازے تک نہیں پہنچا تھا کہ آپ کے رونے کی آواز اس طرح بلند ہونے لگی جیسے بیل کی آواز ہو۔

ابن عیاشؒ کہتے ہیں، حضرت عمرؓ کے مکان کے صحن سے اندر جانے کے لیے دو سیڑھیاں تھیں (یعنی مکان کا کمرہ صحن سے نشیب میں تھا۔ دو قدمچوں کے ذریعہ اس میں اترتے تھے) ان میں سے ایک اکھڑ گئی۔ آپ کے اعزہ میں سے کسی صاحب نے اس کی مرمت کرا دی تاکہ آپ کو اترنے میں دقت نہ ہو۔ حضرت عمرؓ تشریف لائے اور اس پر نظر پڑی تو فرمایا: یہ کس نے کیا، عرض کیا گیا: فلاں صاحب نے۔ فرمایا: اسے بلاؤ۔ وہ صاحب آئے تو ان سے فرمایا: افسوس ہے تجھے اس پر حسد ہوا کہ عمر اینٹ پر اینٹ رکھے بغیر دنیا سے چلا جائے؟ اگر یہ اصلاح کے بعد تخریب ہوتی تو میں اسے پہلی حالت کی طرف بدل دیتا۔

عنبسہ بن سعید نے حضرت عمرؓ بن عبد العزیزؒ سے کچھ مال کی درخواست کی تھی، اس پر انہیں فرمایا: عنبسہ! جو مال تیرے پاس پہلے سے موجود ہے اگر وہ حلال کا ہے تو تجھے وہی کافی ہے اور اگر حرام کا ہے تو اس پر مزید حرام کا اضافہ نہ کر۔ تم ہی بتاؤ کیا تم محتاج ہو؟ عرض کیا نہیں، فرمایا: کیا تمہارے ذمے قرض ہے؟ عرض کیا: نہیں، فرمایا: پھر تم یہ چاہتے ہو کہ میں بلا ضرورت اللہ کا مال اٹھا کر تمہیں دے دوں اور فقرا مسلمین کو یونہی چھوڑ دوں؟ اگر تم مقروض ہوتے تو میں تمہارا قرض ادا کر سکتا تھا، یا اگر محتاج ہوتے تو بقدر کفایت تمہیں دے سکتا تھا۔ لہٰذا جو مال تمہارے پاس موجود ہے اسی پر بس کیجیے، اسے کھائیے اور اللہ سے ڈرتے رہیے اور سب سے پہلے تو یہ دیکھیے کہ یہ مال کہاں سے جمع کیا اور اپنے نفس کی خبر لیجیے قبل اس کے کہ اس ذات سے سابقہ پڑے جس کے ہاں نہ تمہارا کوئی معاہدہ ہے نہ کسی حیلہ و حجت کی گنجائش۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس کسی علاقہ کا قاصد آیا۔ رات کے وقت حضرت عمرؓ کے دروازے پر پہنچا۔ دستک دی دربان باہر نکلا تو اس سے کہا کہ امیر المومنین سے عرض کیجیے کہ فلاں گورنر کا قاصد دروازے پر حاضر ہے۔ دربان اندر گیا اور حضرت عمرؓ کو اطلاع کی۔ آپ سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اسے بلاؤ۔ قاصد اندر داخل ہوا تو حضرت عمر نے ایک بڑی شمع منگوائی جس کی روشنی کافی تیز تھی۔ قاصد سے اس علاقے کے حالات دریافت فرماتے رہے کہ وہاں کے مسلمانوں اور ذمیوں کی حالت کیسی ہے؟ عامل (گورنر) کا طور و طریق کیا ہے؟ بھاؤ اور نرخ کیسے ہیں؟ مہاجرین و انصار کی اولاد کے حالات کیا ہیں؟ مسافروں اور فقراء کی کیا کیفیت ہے؟ کیا ہر حق دار کو اس کا حق دیا جاتا ہے؟ کیا کسی کو شکایت تو نہیں؟ گورنر نے کسی سے بے انصافی تو نہیں کی۔ قاصد کو اس خطے کے متعلق جو کچھ معلوم تھا اس نے عرض کر دیا۔ آپ ایک ایک چیز کے بارے میں کرید کرید کر دریافت فرماتے رہے اور قاصد جواب دیتا رہا۔ جب آپ کے سوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو قاصد نے آپ کی مزاج پرسی کی۔ صحت کیسی ہے

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

آدابِ نماز

عبدالرشید عباسی —— واہ چھاؤنی

یوں تو روزہ، زکوٰۃ، حج بھی اسلام کے اہم رکن ہیں۔ لیکن ان سب سے بڑا رکن نماز ہے۔ جس سے سب سے زیادہ بے توجہی برتی جا رہی ہے۔ رات دن ایک ساتھ کام کرنے یا ساتھ رہنے والوں کو جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم میں سے فلاں شخص نمازی ہو گیا ہے تو دوسرے بے نمازی تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔ گویا اس نے ایک ایسا کام اختیار کیا ہے جو مسلمانوں کے فرائض میں داخل نہیں۔ اور پھر اظہارِ تعجب پر ہی اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ اس غریب نمازی کو مختلف قسم کے خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ طعن و تشنیع کی بوچھاڑ ہوتی ہے جس کے نتیجے میں ایک دن وہ پھر رکوع و سجود کی قید سے آزاد ہو کر وہیں آجاتا ہے جہاں پہلے تھا۔ لیکن، جو لوگ دھن کے پکے ہوتے ہیں وہ اس قسم کی لغویات پر کان نہیں دھرتے اور نہایت مستقل مزاجی سے اپنا کام کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ ان حضرات کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز جیسے اہم رکن کو وقتی حیثیت نہ دیں۔ یعنی جو کام اپنے ذمہ لیا ہے اس کو پورے قواعد و ضوابط کے ساتھ انجام دیں۔ تاکہ کام کی اہمیت واضح ہو۔ اسی طرح نماز اس وقت تک بے مزہ اور بے لطف ہے جب تک اس کے تمام قوانین و آئین کو ملحوظ نہ رکھا جائے۔ مثلاً رکوع میں مرد کو اتنا جھکنا چاہیے کہ کمر کے برابر ہو جائے اور ہاتھوں کا زور گھٹنوں پر رہے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا اور اگر رکوع کی مذکورہ صورت ادا ہو بھی جائے تو سیدھا ہونے سے پہلے سجدے میں جانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سجدے میں جاتے وقت پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر ناک اور سب سے آخر میں پیشانی۔ اور جب سجدے سے اٹھے تو اس ترتیب کے خلاف کرے۔ بحالت سجدہ مرد کو چاہیے کہ دونوں بازو پسلیوں سے علیحدہ رکھے۔ بعض حضرات دونوں بازوؤں کو نہایت فراخ دلی سے پھیلا دیتے ہیں۔ جس کے باعث برابر میں نماز پڑھنے والے کی پیشانی زمین کے بجائے اس کی کہنیوں پر آکر رک جاتی ہے پیٹ رانوں سے علیحدہ رہے۔ کہنیوں کو زمین سے اونچا رکھا جائے۔ مرد دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھے۔ کوئی عذر ہو تو پہلے داہنا ہاتھ رکھے اور پھر بایاں۔ دونوں سجدوں سے فارغ ہو کر قیام کے لیے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا سنت ہے۔ لیکن کمزور اور ضعیف کے لیے جو ایسا کرنے پر قادر نہ ہو ضروری نہیں۔ قیام کی حالت میں نظر سجدہ کرنے کی جگہ ہو اور رکوع کی حالت میں قدموں کی طرف، جلسہ اور قعدہ میں اپنی نظر تشہد والی انگلی پر اور سجدہ کی حالت میں اپنی نظر ناک پر رکھنا مستحب ہے۔ حتی المقدور کھانسی کو روکنا چاہیے۔ لیکن اس معاملہ میں ہماری حالت انتہائی نازک ہے۔ اگر حلق میں معمولی سی خراش محسوس ہو تو ہم پوری طاقت سے کئی مرتبہ کھل کھل کرتے ہیں۔ جس کے باعث قرأت سے لطف اٹھانے والوں کو سخت الجھن ہوتی ہے۔ نماز میں زیادہ تر کھانسنے والے حضرات نماز سے فارغ ہو کر جب بیڑی، سگریٹ، حقہ وغیرہ پیتے ہیں تو دھوئیں کی تیزی حلق میں نشتر کا کام کرتی ہے جس کی وجہ سے کھانسنا ضروری امر ہو جاتا ہے مگر نہیں کھانسنے۔ اور خصوصاً اس وقت جب کوئی شخص ان سے یا یہ حضرت کسی سے مخاطب ہوں تو کھانسی کے بڑے سے بڑے دباؤ کو روک کر سلسلۂ کلام جاری رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کھانسی کو روکنے کی وجہ سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے مگر پھر بھی روکتے ہیں۔ خصوصاً جب امام صاحب قرأت فرما رہے ہوں تو ضرور ایسی کوشش کرنی چاہیے۔ قیام کی حالت میں اگر جمائی آئے تو سیدھے ہاتھ کی پشت سے منہ چھپا لینا چاہیے۔ اور قیام کے علاوہ جمائی آئے تو بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ چھپانا چاہیے —— اکثر مشاہدے میں آیا ہے کہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھے ہوئے ہوں، زبان سے دعا کے کلمات پڑھے جا رہے ہوں یا آمین کہہ رہے ہوں، منہ قبلہ کی طرف ہے۔ لیکن جب کھانسی یا جمائی آئی تو رخِ انور کو اپنے ساتھی کی طرف کر دیا کہ خواہ مخواہ قے آجائے۔

ذرا غور کیجیے کہ نماز ہمیں کیسے کیسے آداب سکھاتی ہے۔ دن میں پانچ مرتبہ ایسا کرنے سے یقیناً یہ خصوصیات ہماری عادت میں شامل ہو جائیں گی اور بڑی بڑی محفلوں اور مجلسوں میں یہ عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔

نماز میں فساد

آدابِ نماز کے تحت اگر ان اقوال و افعال کو بھی بیان کر دیا جائے جن سے نماز میں فساد پیدا ہو جاتا ہے تو کچھ بے محل نہ ہوگا۔

فساد کے معنی نماز میں بگاڑ آجانا۔ یعنی عمل مشروع کے ناقص کو مفسد کہتے ہیں۔ صحیح اور غیر صحیح؟ — اگر عمل کے تمام ارکان و شرائط اور وصف مرغوب پایا جائے تو وہ عمل صحیح ہے اور اس میں کوئی امر قبیح پایا جائے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ یا تو وہ امر قبیح باعتبار اصل کے ہوگا یا باعتبار وصف کے۔ اگر باعتبار اصل کے ہو تو وہ باطل ہے۔ اور باعتبار وصف کے ہو تو فاسد ہے۔

بتایا گیا ہے ۶۸ اڑسٹھ امور ایسے ہیں جو نماز کو فاسد کر دیتے ہیں مثلاً :-

۱۔ بھول کر یا قصداً کلام کرنا۔ سہواً ہو یا خطاءً۔ سہو میں اصل نماز یاد نہیں رہتی اور خطا میں نماز تو یاد رہتی ہے۔ زبان سے اگر ایک لفظ بھی یا حرف نکل جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ مثلاً "ق" اس کے معنی ہیں بچا (۲) دعا جو ہمارے کلام کے مطابق ہو (۳) قصداً یا سہواً اسلام تحیۃ کرنا (۴) سلام کا نماز میں جواب دینا، بھول کر ہو یا قصداً

۵۔ عمل کثیر: یعنی نماز کی حالت میں کوئی ایسی حرکت کرنا جس سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ حرکت کرنے والا نماز میں نہیں ہے۔ اگر عمل کثیر نماز کی اصلاح کے لیے ہو تو بہتر ہے یعنی نماز نہیں ٹوٹے گی —— مثلاً ایک شخص نماز پڑھتے ہوئے بے وضو ہو جائے اور نماز چھوڑ کر وضو کرنے کے لیے مسجد میں چلے تو چونکہ یہ عمل کثیر نماز کی اصلاح کے لیے ہے اس لیے نماز نہیں ٹوٹے گی۔ عمل کثیر نماز کی اصلاح کے لیے نہ ہو۔ مثلاً کپڑے پہننا، کچھ کھا پی لینا، نمازی کا چند قدم آگے پیچھے ہٹنا وغیرہ قسم کے افعال نماز کو فاسد کر دیں گے۔

۶۔ سینہ کا قبلہ کی طرف سے پھر جانا (۷) خارج اشیاء سے جان کر یا بھول کر کچھ کھانا اگرچہ قلیل ہی ہو (۸) دانتوں میں اٹکی ہوئی چیز کا کھانا جو بقدر نخود (چنا) ہو (۹) کچھ پینا (۱۰) بلا عذر با آواز بلند گلا صاف کرنا اور کھنکارنا (۱۱) کسی تکلیف سے اُف کہنا (۱۲) درد و تکلیف کے سبب رونا (۱۳) آہ کرنا (۱۴) درد و مصیبت سے بلند آواز میں رونا اگر جنت دوزخ کے تصور سے اونچی آواز سے گریہ ہو تو نماز نہیں ٹوٹے گی مفسدِ صلوٰۃ وہ رونا ہے جو مصیبت کے سبب ہو (۱۵) چھینک کی آواز سن کر یرحمک اللہ کہنا (۱۶) خوشخبری سن کر سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کہنا (۱۷) رنج و غم کی خبر یا مصیبت کی حالت سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا۔ اور وہ تمام باتیں جن سے جواب دینے کا قصد کیا جائے مفسد نماز ہیں (۱۸) تیمم کیے ہوئے کو پانی کا مل جانا یا دیکھ لینا (۱۹) جس نے موزوں پر مسح کیا ہو اس کی مدت مسح کا ختم ہو جانا یا ان کا پاؤں سے

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

رزقِ حلال کی اہمیت

قاری فیوض الرحمٰن

اللہ پاک کا ارشاد ہے:-

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ (البقرہ ۱۷۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں کھاؤ پیو اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو اگر تم خاص اسی کی بندگی کرنے والے ہو۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندوں کو "طیبات" یعنی پاک چیزوں کے کھانے کا حکم دیا ہے۔ پاک چیزیں وہ ہیں جنہیں شریعتِ خداوندی نے پاکیزہ قرار دیا ہو۔ اور دوسرا حکم شکر کا دیا ہے۔ شکر اس امر کا کہ اس نے یہ رزق عطا کیا اور رزق بھی حلال و طیب ـــــ شکر زبان سے بھی ہونا چاہیے اور عمل سے بھی شریعت مطہرہ میں ہر مسلمان پر رزقِ حلال کا طلب کرنا فرض ہے۔

ایک صحابی رضؓ نے مستجاب الدعا ہونے کی درخواست کی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "حلال روزی کھاؤ دعا قبول ہوگی"۔

علماء نے لکھا ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں۔ نو حصے رزقِ حلال کی طلب میں ہیں۔ جو گوشت حرام رزق سے بنتا ہے وہ دوزخ کے لائق ہے۔ چالیس دن حلال رزق کھانے سے قلب منور ہو جاتا ہے اور حکمت کے چشمے ابل پڑتے ہیں اور حرام کا ایک لقمہ چالیس دن کی دعا کو بیکار کر دیتا ہے۔

حضرت وہب بن عنبہ نے کہا ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جو کھڑا رو رو کر دعا مانگ رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اے رب! آپ اپنے بندے کی دعا کیوں قبول نہیں کرتے؟ اللہ تعالےٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اگر یہ شخص اتنا روئے کہ اس سے اس کی موت واقع ہو جائے اور اس کے ہاتھ آسمان تک بلند ہو جائیں تب بھی اس کی دعا قبول نہیں کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے رب! کس وجہ سے؟ کہا۔ اس لیے کہ اس کے پیٹ میں حرام ہے۔

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ حضرت ابراہیم بن ادھم رح کا نقل کیا گیا ہے کہ بصرہ کے بازار سے ان کا گزر ہوا۔ لوگ ان کے پاس آ جمع ہوئے اور کہا "ابو اسحاق! کیا بات کہ ہم دعائیں کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہارے دل دس چیزوں سے مر چکے ہیں:-

۱- تم نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لینے کے باوجود اس کا حق ادا نہیں کیا۔

۲- تمہارا یہ گمان ہے کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے لیکن اس کے باوجود تم نے ان کی سنتوں اور طریقوں کو چھوڑ دیا

۳- تم نے قرآن تو پڑھا لیکن اس پر عمل نہ کیا۔

۴- تم نے اللہ کی نعمتیں کھائیں لیکن ان کا شکر ادا نہ کیا۔

۵- تم نے شیطان کو دشمن کہنے کے باوجود اس کی مخالفت نہ کی۔

۶- تم نے جنت کو حق سمجھا لیکن اس کے حصول کے لیے کوئی عمل نہ کیا۔

۷- تم نے جہنم کو "حق" کہنے کے باوجود اس سے بچ نکلنے کی کوئی تدبیر نہ سوچی۔

۸- موت کو حق جانا لیکن اس کے لیے کوئی تیاری نہ کی۔

۹- تم نے نیند سے اٹھ کر اپنے عیوب کے تذکرے کے بجائے لوگوں کے عیبوں کے تذکرے کیے۔

۱۰- تم نے اپنے مُردوں کو خود اپنے ہاتھوں سے دفن کیا لیکن ان جانے والوں سے کوئی درسِ عبرت نہ لیا۔ (المستطرف ۲۶۵)

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رزقِ طیب حاصل کرنے کی تاکید فرمائی اور پھر آخر میں ایک شخص کا ذکر فرمایا جو دور دراز کا سفر کر کے اس حال میں آئے کہ اس کے بال پراگندہ ہوں اور سر سے پاؤں تک وہ غبار میں اَٹا ہوا ہو اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا کر خوب الحاح کے ساتھ دعا کرے اور کہے اے میرے رب! اے میرے رب! لیکن اس کا کھانا پینا حرام مال سے ہو اور حرام مال ہی سے اس کی پرورش ہوئی ہو تو اس حالت میں اس کی یہ دعا کیوں کر قبول ہوگی"۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی شخص کے کاروباری معاملات درست اور شریعت کے مطابق نہ ہوں اور اس کا کھانا پہننا حرام مال اور ناجائز آمدنی سے ہو تو اس کی دعا قابلِ قبول نہیں، چاہے وہ ہزاروں میل کا سفر کر کے کسی مقدس اور متبرک مقام پر ہی جا کر دعا کرے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غُذِیَ بِالْحَرَامِ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: جو جسم حرام غذا اور ناجائز آمدنی سے پلا پوسا ہو وہ جنت میں نہ جا سکے گا۔

آپ کے ان ارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی رضا و رحمت حاصل کرنے اور سچا مسلمان بننے کے لیے جس طرح نماز، روزہ وغیرہ عبادات ضروری ہیں اسی طرح معاملات کی کی درستی اور ذرائع آمدنی کی صحت اور پاکیزگی بھی ضروری ہے۔

عمر بن عبدالعزیز رحؒ

اہل و عیال اور دیگر متعلقین کے احوال دریافت کئے حضرت عمر رضؓ نے پھونک سے شمع بجھا دی اور فرمایا: او لڑکے! ذرا چراغ لائیو، چنانچہ ایک معمولی چراغ لایا گیا، جس کی روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔ آپ نے فرمایا: ہاں اب جو چاہو پوچھو! اس نے آپ کے، آپ کے اہل و عیال اور متعلقین کے حالات پوچھے۔ آپ جواب دیتے رہے۔ قاصد کو شمع بجھانے کے قصہ سے بڑا تعجب ہوا۔ عرض کیا: امیر المومنین! یہ آپ نے ایک انوکھا کام کیا؟ فرمایا: وہ کیا؟ عرض کیا۔ جب میں نے آپ کی اور اہل و عیال کی مزاج پرسی کی تو آپ نے شمع گل کر دی۔ فرمایا: بندۂ خدا! یہ شمع جو میں نے بجھا دی تھی اللہ کے مال اور مسلمانوں کے مال سے روشن تھی۔ میں جب تک مسلمانوں کے حالات و ضروریات تم سے دریافت کر رہا تھا تو یہ مسلمانوں کی خاطر اور ان ہی کی ضرورت کے لیے میرے سامنے جل رہی تھی۔ مگر جب تو نے میری ذات اور میرے اہل و عیال کا قصہ شروع کیا تو میں نے مسلمانوں کی آگ بجھا دی۔

عمرو بن مہاجر کہتے ہیں: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں چند سیب پیش کئے گئے۔ آپ نے قبول نہیں فرمائے۔ عرض کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہدیہ قبول فرما لیتے تھے۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو واقعی ہدیہ ہوتا تھا مگر ہمارے لیے رشوت ہے۔ اور مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

آپ کی صاحبزادی نے آپ کے پاس ایک موتی بھیجا اور فرمائش کی کہ اس کے ساتھ کا ایک اور موتی مل جائے تو کانوں کے آویزے بنا لوں۔ آپ نے آگ کے دو انگارے بھیج دیئے کہ اگر ان کو کانوں میں پہن سکتی ہو تو دوسرا موتی بھیج دوں گا۔

خدام الدین خود پڑھیے
دوسروں کو پڑھایئے

تنقید و تبصرہ

مطبوعاتِ جدیدہ

تعارف و تبصرہ کیلئے مطبوعات
کی دو جلدیں دفتر میں ارسال
کرنا ضروری ہیں۔ (ادارہ)

ہفت روزہ "ترجمانِ حق" بنوں "عظیم مدنی نمبر"

مدیر: حضرت گل شاکر

ضخامت ۱۵۴ صفحات۔ قیمت تین روپے

مقامِ اشاعت: ہفت روزہ ترجمانِ حق۔ منڈی نیلگراں بنوں (صوبہ سرحد)۔ پاکستان

ہفت روزہ "ترجمانِ حق" بنوں نے اپنی دوسرے سال کی اشاعت کا آغاز "عظیم مدنی نمبر" سے کیا ہے۔ بنوں صوبہ سرحد کا ایک مشہور لیکن دور افتادہ اور پسماندہ علاقہ ہے جہاں طباعت کی سہولتیں بہتر نہیں۔ اس کے باوجود حضرت گل شاکر صاحب نے اس علاقے سے ہفت روزہ "ترجمانِ حق" کا اجراء کر کے ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے اور اس پر شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار میں "عظیم مدنی نمبر" کی اشاعت کر کے انہوں نے اپنی عالی ہمتی کا ایک اور ثبوت مہیا کر دیا ہے۔

۲۰×۳۰ سائز کے ۱۵۴ صفحات پر مشتمل اس نمبر میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور فاضل مدیر نے اپنی طرف سے اس نمبر کو یادگار بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اس نمبر میں عملیاتِ حضرت مدنی، حضرات خلفاء مجازین، عظمتِ صحابہؓ اور حضرتِ مدنیؒ، شیخ الاسلام، حضرت مدنیؒ کی زندگی کی چند جھلکیاں، مدنی جواہرات، خود نوشت سوانح حیات کا اقتباس، حیاتِ مبارک کے تین دور، حادثۂ کبریٰ، روحانیت شیخ الاسلام، ایک روح پرور تقریر، احسان اور تصوف وغیرہ مضامین قابلِ مطالعہ ہیں۔ لکھنے والوں میں مولانا قاضی مظہر حسین چکوال، مولانا محمد شریف احرار کراچی، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، محمد عثمان الوری کراچی، محمد شریف الدین، ظہیر احمد بوریوالہ، ضیاء الرحمٰن فاروقی، محمد قاسم بنوی، حضرت مولانا قاری محمد طیب، امیرِ تبلیغ مولانا محمد یوسف مرحوم، شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا سید محمد میاں صاحب کے علاوہ علامہ انور صابری اور الحاج رحیم بخش سرحدی جیسے شعراء بھی شامل ہیں۔

اس نمبر میں جیسا کہ فاضل مدیر نے خود اعتراف کیا ہے۔ مضامین کا حسنِ ترتیب موجود نہیں۔ کتابت بھی کسی "کمزور رقم" کا نمونہ ہے اور کتابت کی بیشتر غلطیاں بھی موجود ہیں۔

راقم الحروف بار بار سوچنے کے باوجود نہیں سمجھ سکا کہ فاضل مدیر نے اس اشاعت خصوصی کا نام "مدنی نمبر" کے بجائے "عظیم مدنی نمبر" کیوں تجویز کیا ہے۔ اگر اس سے مراد "عظیم نمبر" ہے تو اس کے بجائے "ضخیم نمبر" ہونا چاہیے تھا۔ اور اگر مراد "عظیم مدنی" ہے تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت ان کی کتابِ زندگی کے ہر ورق سے نمایاں ہے۔ "عظیم" نہ تو حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کے ذاتی نام کا حصہ ہے اور نہ اُن کا صفاتی نام "عظیم" تھا۔

"ترجمانِ حق" کے اس مدنی نمبر پر تبصرہ کرتے وقت دل کی ایک خلش بار بار نوکِ قلم پہ آ رہی ہے اور وہ یہ کہ ہفت روزہ "خدام الدین" کے "مدنی نمبر" کا اشتہار کم و بیش دو برس شائع ہوتا رہا۔ اور میری اطلاع کے مطابق اس نمبر کے مضامین کی کتابت کا مرحلہ عرصہ ہوا طے پا چکا ہے لیکن نہ جانے وہ کتابت شدہ مضامین اب کس مرحلے میں ہیں اور قارئین خدام الدین کو کب تک اس نمبر کا انتظار کرنا پڑے گا۔ یا شاید یہ معاملہ اب انتظار کی حدیں بھی عبور کر چکا ہے۔ کیونکہ اب ایک عرصہ سے "خدام الدین" کے "مدنی نمبر" کا اشتہار بھی نظروں سے اوجھل ہو چکا ہے۔ اس معاملہ کی نقاب کشائی مخدومی حضرت مولانا عبید اللہ انور ہی فرما سکتے ہیں۔

بہر صورت ترجمان حق کے فاضل مدیر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دامن سے ہزاروں وابستگان کی طرف سے ہدیۂ تبریک و تشکر کے مستحق ہیں کہ وہ حضرتؒ کی یاد میں ایک خاص شمارہ شائع کر کے "خدام الدین" سے سبقت لے گئے ہیں۔

تبلیغی کام

مرتب: گمنام ضخامت ۷۲ صفحات

قیمت: ایک روپیہ پچاس پیسے صرف

ناشر: مکتبہ زکریا۔ شہزادی بلڈنگ۔ متصل جامع مسجد، عالمگیر مارکیٹ لاہور

برصغیر پاکستان اور بھارت ہی نہیں بلکہ شاید دنیا کا کوئی مسلمان ایسا ہو گا جو "تبلیغی جماعت" کے نام سے واقف نہ ہو۔ لیکن اس کے کام سے واقفیت کے لیے اس جماعت سے متعلق لٹریچر کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔ "تبلیغی کام" نامی کتاب بھی اس جماعت کے متعلق نہایت بیش قیمت معلومات مہیا کرتی ہے۔ اس کتاب کے مرتب نے اپنا نام اس لیے نہیں دیا کہ یہ بندۂ خدا نام نہیں بلکہ اجر چاہتا ہے اور اجر "کام" ہی کا ملتا ہے نام کا نہیں۔ یعنی ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
کہ بندہ اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

سچ تو یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے کارکن بھی عمل ہی کے بندے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہ نیک بندے ایک مدت سے نہایت خاموشی سے عمل میں مصروف ہیں۔

اس کتاب میں تبلیغی جماعت کے امیر مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم کے وہ ارشادات ہیں جو وقتاً فوقتاً فرماتے رہے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کتاب خود تبلیغی جماعت سے وابستہ حضرات کے لیے بھی ایک عملی راہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اس کا مطالعہ ان حضرات کے لیے خاص طور پر اور عامۃ المسلمین کے لیے عام طور پر نہایت مفید اور کارآمد ہے۔

یوں تو کتاب کے جملہ مندرجات قابلِ مطالعہ ہیں لیکن خاص طور پر مولانا محمد یوسف مرحوم کی اپنے وصال سے تین روز پہلے کی ایک تقریر قابلِ ذکر ہے۔ جو آپ کی زندگی کی آخری تقریر تھی۔ اس کا عنوان "امت پنا" یعنی مسلمانوں کو امت بننے کی دعوت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس تقریر کی ایک ایک سطر مقرر کے خلوصِ نیت اور اخلاصِ عمل کی منہ بولتی تصویر ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور مسلمانوں کو صحیح معنوں میں امت بننے کی توفیق بخشے۔ آمین!

چند سبق آموز واقعات

مرتب: صوفی محمد اقبال صاحب

ضخامت: ۴۸ صفحات — قیمت ۷۵ پیسے صرف

ناشر: مکتبہ زکریا۔ شہزادی بلڈنگ متصل جامع مسجد عالمگیر مارکیٹ لاہور۔

زیرِ نظر کتابچہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (بھارت) کی زندگی کے بعض واقعات پر مشتمل ہے جسے حضرت کے ایک خصوصی ارادت مند صوفی محمد اقبال صاحب نے مرتب کیا تھا۔ صوفی محمد اقبال صاحب نے اس میں حضرت کے چند واقعات قلمبند کیے ہیں۔ جو صوفی صاحب کے سامنے یا ان کے

ساتھ پیش آتے تھے۔ یہ واقعات حضرت مولانا کے اخلاق و عادات اور معاملات سے متعلق ہیں، اور ان کی حیثیت محض تاریخی سوانح ہی کی نہیں بلکہ ان کی اشاعت کا مقصد تعلیم و تذکیر اور عبرت و موعظت ہے۔ کتابچے کے ساتھ شجرہ چشتیہ صابریہ امدادیہ خلیلیہ مع ابتدائی معمولات بھی شائع کیا گیا ہے۔

بقیہ: مجلس ذکر

یاد رکھو! تم میں سے ہر طاقتور میرے نزدیک کمزور تر ہے جب تک کہ میں اس سے دوسروں کا حق (جو اس نے دبا رکھا ہے) واپس نہ لے لوں۔ اور ہر کمزور اس وقت تک طاقتور ہے جب تک کہ میں اس کا حق اسے نہ دلا دوں"۔

حضرات خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ نے دنیا کو چند سالوں میں عدل و انصاف سے بھر دیا۔ اور مملکت اسلامیہ کو امن و سکون کا گہوارہ بنا کر ایسا فلاحی معاشرہ قائم کیا تاریخ عالم جس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے یہ تھی اللہ تعالٰے کی نعمتوں کی قدردانی اور اللہ تعالٰی اور اس کے رسولؐ سے کیے ہوئے اتباع و فرمانبرداری کے عہد کا ایفاء۔

اٹھائیس برس پہلے ہم نے بھی اللہ تعالٰے سے ایک عہد باندھا تھا کہ انگریز کی غلامی سے نجات پانے کے بعد مملکت خداداد پاکستان میں قرآن و سنت کا دستور و آئین نافذ کریں گے اور اسلامی قوانین جاری کریں گے۔ لیکن صد افسوس کہ عہد شکنی کی گئی۔ نعمتِ آزادی کی ناشکری ہوئی۔ ارباب اقتدار اور اہل سرمایہ نے ظلم و ناانصافی سے کمزوروں اور زیردستوں کا استحصال کیا۔ اللہ کے دین کا مذاق اڑایا۔ مذہب کے دیوانوں اور شمع ختم نبوت کے پروانوں کے سینے گولیوں سے چھلنی کیے گئے۔ اسلام کو اپنے گھروں، دفتروں، دکانوں، کارخانوں غرضیکہ ہر شعبۂ زندگی سے بے دخل کر دیا گیا۔ رہنمایانِ ملک و ملت دودھ پینے والے مجنوں ثابت ہوئے۔ اللہ تعالٰے نے آزادی اور حکومت عطا کر کے امتحان لیا۔ جس میں وہ فیل ہو گئے اور قوم نے اجتماعی طور پر خدا کو بھلا دیا۔ اور اللہ سے کیا ہوا عہد یاد نہ رکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایسے بے دین شرابی، زانی اور عیاش ڈکٹیٹر ہم پر مسلط ہو گئے جنہوں نے ملک تباہ کر دیا۔ پوری ملتِ اسلامیہ کو ذلت و رسوائی کے گڑھے میں دھکیل دیا۔

آج ہم خود کو یہاں آزاد سمجھتے ہیں۔ ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کا ہمیں خیال نہیں آتا جن کے سروں پر جن سنگھیوں کی ننگی تلواریں ہر وقت اس لیے لٹک رہی ہیں کہ ان کی ہمدردیاں اسلامیانِ پاکستان کے ساتھ ہیں جو کبھی ختم نہیں ہو سکتیں۔ پاکستان بنانے کے لیے لاکھوں عصمتوں اور جانوں کی قربانی دی گئی تھی۔ اگر کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نظام یہاں جاری کر دیا جاتا تو یہ سودا سستا تھا۔

آج بھی ہمیں اپنا کھویا ہوا وقار اور لٹی ہوئی عزت واپس مل سکتی ہے بشرطیکہ اللہ تعالٰے سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا جائے۔ نظامِ حکومت اسلام کے سانچے میں ڈھالا جائے اور بے حیائی، بدکاری، ظلم اور ناانصافی کے خلاف جہاد کیا جائے۔

مولانا مسعود علی آزاد رحلت فرما گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہٗ العزیز کے امام الصلوٰۃ اور خلیفہ مجاز اور برصغیر پاک و ہند کی معروف روحانی و علمی شخصیت حضرت مولانا مسعود علی آزاد ۲۵ مئی ہفتہ کی صبح سلطان فونڈری لاہور میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ایک صاحب علم و ورع خدارسیدہ عابد و زاہد بزرگ اور بلند پایہ قادرالکلام شاعر تھے ہندو پاک کے ہزاروں افراد ان کے حلقۂ عقیدت و ارادت میں شامل ہیں۔ آپ کی عمر ستر برس کے لگ بھگ تھی، مولد و مسکن لکھنؤ تھا۔ غریب الوطنی میں اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔

۲۵ مئی کو بعد العصر شیرانوالہ باغ لاہور میں آپ کی نماز جنازہ میں لاہور، لائلپور، سرگودھا اور دوسرے شہروں کے علماء کرام اور ممتاز شخصیتوں نے شرکت کی۔ نماز جنازہ جامعہ مدنیہ لاہور کے رئیس الادارہ حضرت مولانا سید حامد میاں نے پڑھائی۔ اللہ تعالٰے مولانا مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے ہمیں اور ان کے جملہ پسماندگان کو صبر و استقامت کی توفیق بخشے۔

(ادارہ)

بقیہ: اداریہ

اور جمہوری اقدار کے تحفظ کے لئے کوشاں تھی، جس نے دورِ غلامی کے مکروہ نشانات مٹا کر اردو کو انگریزی کے بجائے صوبے کی سرکاری زبان قرار دیا۔ اور دفتری "بابوؤں" کی پتلونیں اتروا کر شلوار قمیص اور شیروانی پہنائی، شراب بنانے فروخت کرنے اور پینے پر پابندی عاید کی، اور خلاف ورزی کرنے والوں پر تعزیر نافذ کی — رمضان المبارک کا شرعی اصولوں کے مطابق احترام نہ کرنے والوں کو سزائیں دیں۔ تعلیمی اداروں میں قرآن پاک کی تعلیم لازمی قرار دی۔ اس حکومت نے عوام سے انصاف کیا، مزدوروں کے جلوسوں پر گولیاں نہیں چلائیں۔ طلباء پہ لاٹھی چارج نہیں کیا، اور یہ حکومت جو اصولوں کا تقدس قائم رکھتے ہوئے بلوچستان کی نمائندہ عوامی حکومت کو برطرف کرنے کے خلاف احتجاجاً مستعفی ہوئی۔ مسٹر خٹک نے اس حکومت اور اپنے با اصول حلیفوں سے مشورہ کئے اور پرچے بنائے بغیر پیپلز پارٹی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور گورنر ہو گئے، لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ جس طرح گورنر کھر کے ہوتے پنجاب میں ملک معراج خالد کی وزارت اعلیٰ تقاریب کا افتتاح کرنے اور سماجی انجمنوں کے جلسوں میں صدارتی کرسیوں کو رونق بخشنے سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ بعینہٖ ان کی گورنری کی حیثیت حیات محمد خان شیرپاؤ کے سامنے بے دام غلام کی سی ہوگی۔ بلاشبہ انہوں نے سولہ ماہ بڑے حوصلے سے گزارے ہیں۔ ہمیں ان سے ہمدردی ہے کہ وہ کاش اپنے استعفیٰ کی وجوہات کے چہرے سے نقاب کشائی کر سکتے۔ اور دردِ دل بیان کرنے کی ان میں جرأت ہوتی۔ لیکن وہ دوبارہ حالات سازگار ہونے تک داؤ پر ہیں کہتے ہیں "میں فی الوقت سیاست کو خدا حافظ کہہ رہا ہوں" یعنی جب بھی حالات ان کے ڈھب پر آئیں گے وہ دوبارہ برسرِ اقتدار گروہ پر احسان فرمائیں گے۔ واضح رہے کہ مسٹر محمد اسلم خان خٹک بھی خان قیوم کی طرح پرانے مسلم لیگی ہیں۔

گرمیوں میں دل، دماغ کو ٹھنڈا رکھئے —
آج ہی

سفوفِ فرحت

کی ایک ڈبیا منگوا لیجئے — جو

- دل، دماغ، جگر اور معدہ کو طاقت، ٹھنڈک اور تسکین پہنچاتا ہے۔
- ہر قسم کے بخار میں پیاس، بے چینی، قے، اسہال اور ہیضہ کو دور کرتا ہے۔

۲ ماشہ کی ایک خوراک تین پہر پیاس کو روکتی ہے
قیمت فی ڈبیا پندرہ روپے (پیشگی بذریعہ منی آرڈر)

شیراز دواخانہ اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور
(زیر سرپرستی استاذ الحکما حکیم آزاد شیرازی سابق پرنسپل طبیہ کالج)

بچوں کا صفحہ

اسلامی زندگی کا مقصد

تسنیم خالدہ

اسلامی نقطۂ نگاہ سے اسلامی زندگی کا اوّلین مقصد اللہ تعالٰے کی عبادت ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝

ترجمہ: "اور میں نے جِنّ و انس کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔"

اللہ تعالٰے کی عبادت کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً عبادات، اخلاق، آداب وغیرہ۔ ہر مسلمان پر ان کی پابندی لازم ہے اور وہ قیامت کے روز اللہ تعالٰے کی بارگاہ میں اس کے لیے جواب دِہ ہوگا۔ اگر اس نے اللہ تعالٰے کی بارگاہ میں کامیابی حاصل کرلی۔ تو وہ جنّت کا مستحق ہوگا۔ لہٰذا زندگی کا ثانوی نصب العین آخرت ہے۔ اسلام نے زندگی کا جو نصب العین پیش کیا ہے۔ وہ اجازت نہیں دیتا کہ آدمی دنیا کے سامانوں اور رنگینیوں میں کھو جائے۔

اگر آدمی غور کریں تو اللہ تعالٰے نے ہم پر بے اندازہ رحمت کی ہے کہ اس نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ کی کتاب زندگی ہمارے سامنے روشن ہے جو اس حقیقت کو رہ رہ کر بے نقاب کرتی ہے کہ زندگی سراپا جہد و عمل ہے اور اس کا مقصود رضائے الٰہی ہے۔

اسلامی زندگی کا یہ مقصد ہرگز نہیں ۔ کہ مغربی تہذیب کو اپنائے۔ کیونکہ آج کل کے لڑکے اور لڑکیاں ٹیڈی لباس پہن کر اور ایک آدھ انگریزی کے الفاظ بول کر اپنے آپ پر بہت ہی فخر محسوس کرتے ہیں۔

اسلام نے زندگی کے جہد و عمل میں ایسا اعتدال ملحوظ رکھا ہے کہ انسان کبھی بھی نہیں تھکتا۔ اور نہ ہی ملول ہوتا ہے۔ بعض اعمال ایسے ہیں جن سے بدن کو بے شک تکان ہوتی ہے۔ لیکن ان کی تلافی کے لیے بھی ایسے اعمال ہیں جو بدنی تکان کو دور کرتے ہیں۔ اور روح میں نئی قوت پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً آدمی تھک کر سستانا چاہے تو بے شک آرام سے بیٹھے۔ لیکن بُرے خیالات دل میں نہ لائے۔ کیونکہ انسان جانتا ہے کہ شیطان ہر وقت اس کو بہکانے میں مصروف رہتا ہے۔ اس لیے تمام خیالات شیطانی ہوتے ہیں۔ اس وقت انسان کو چاہیے کہ اللہ کو یاد کرے اور نیک خیالات کو دل میں جگہ دے۔ یہ قلبی عبادت ہے۔

اسلام نے ہر بے اعتدالی سے منع کیا ہے۔ یہ بے اعتدالی چاہے غم کی ہو جو نالہ و ماتم اور شور و شیون کی صورت اختیار کرلے۔ اس کے علاوہ بے اعتدال کھانے پینے میں ہو یا پوشاک اور رہائش میں۔ فضول خرچی کی زد میں آتی ہے وہ حرام ہے۔

اسلام زندگی کو بے کیف نہیں بناتا۔ اسلام میں کھیل کود کی بھی اجازت ہے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس میں مفید نتائج ہوں۔ موسیقی کی بھی اجازت نہیں لیکن صرف وہ کام جائز ہے جو اللہ تعالٰے سے غافل نہ کرے۔ اور برائی کی طرف نہ اکسائے۔ خوش آوازی اللہ کی نعمت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

اسلامی تہذیب کا سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ غم اور خوشی میں اعتدال سے کام لیا جائے۔ صرف یہی نہیں کہ انسان ذرا سا غم میں مبتلا ہو تو رونا پیٹنا شروع کردے اور تمام گھر والوں کو پریشان کرے بلکہ انسان کو اس وقت صبر سے کام لینا چاہیے۔ یہ بھی نہیں کہ انسان اگر خوشی میں مبتلا ہے تو خدا کو بھولا ہوا ہے اور فضول خرچی کر رہا ہے۔ انسان کو انسان نہیں سمجھتا۔ وہ سمجھتا ہے شاید کہ میں ہی تمام دنیا کا بادشاہ ہوں پھر پاس ایسے بہت سے لوگ آتے ہیں جن کے پاس تھوڑی سی بھی دولت زیادہ آگئی تو لگے بس اپنے آپ کو بادشاہ تصور کرنے۔ وہ نہیں سوچتے کہ ہم نے بھی خدا کے پاس جانا ہے۔ ہمیں بھی سوالوں کے جواب دینے ہیں۔

اس دنیا میں لوگوں کو صرف دولت چاہیے۔ وہ دولت ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اپنی امیری پر ناز ہوتا ہے وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دولت تو آنی جانی ہے۔ آج میرے پاس ہے کل کسی کے پاس ہوگی۔ بلکہ یہ زندگی فانی ہے۔ اس زندگی پر عمل کریں اور اپنے اعمالوں کو درست بنائیں۔

آج کل کی دنیا عریانی میں راحت ڈھونڈتی ہے لیکن وہ نہیں جانتے کہ ہم سب فریب میں مبتلا ہیں۔ اس راحت کی مثال ایندھن کی مانند ہے۔ جو اندر ہی اندر بدن کو گھن کی طرح کھا جاتی ہے پھر بھی ایسی طلسم کاری ہے کہ جب تک قانون اس کے مقابلے پر نہ اٹھے۔ لوگوں کو اسیر فریب کیے جاتی ہے۔

لیکن میرے خیال میں جو راحت اللہ تعالٰے کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے اس کا گہرا اور دیرپا اثر ہوتا ہے، اس سے اعصابی اور قلبی قوت حاصل ہوتی ہے جو مردانہ اوصاف اور دینی کمالات کی کفیل ہے۔

موجودہ دور میں قلبی کمزوری کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو قلبی سکون حاصل نہیں ہے۔ وہ راحت حاصل کرنے کے لیے مادی سامانوں کے پیچھے دوڑتے ہیں لیکن انہیں اس سے حقیقی راحت کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ غم کو کوئی آدمی نہیں مٹا سکتا ہے اور نہ اس کو جڑ سے مٹانے کی بیجا کوشش کرنی چاہیے۔ غم نہ ہو تو انسان بے پروا، غافل اور غیر ذمہ دار ہو جائے۔

لیکن غم کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی اپنی زندگی کو سراپا ماتم بنالے اور اس کے ہاتھوں مغلوب ہو کر ناکارہ ہو جائے۔

"پس اے لوگو! اللہ تعالٰے سے ڈرو، اور آپس میں تعلقات درست رکھو۔ اللہ تعالٰے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم سچے مومن ہو۔"

تمنّا

غلام مصطفیٰ حسن رشیدی

تمنا ہے یہ مدت سے دیارِ یار دیکھیں گے
مدینہ کے کبھی ہم بھی در و دیوار دیکھیں گے

سکونِ دل کی دولت جس جگہ سے ہاتھ آتی ہے
مکینِ گنبدِ خضرا کا وہ دربار دیکھیں گے

جہاں پر ہر گھڑی انوار کی بارش برستی ہے
کبھی وہ محسنِ اعظم کا لالہ زار دیکھیں گے

میرے آقا شبِ فرقت ہو یا کہ روزِ محرومی
کہاں تک کشمکش ان کی تیرے بیمار دیکھیں گے

خوشی کی انتہا کوئی نہ ہوگی بالیقیں اس دن
حسن جس دن رسولِ پاک کا دربار دیکھیں گے

ٹیلیفون نمبر
۶۷۵۴۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر
۶۰۴۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری G/۱۶۴۳۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چھٹی نمبری T.B.C-۲۴۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چھٹی نمبری ۲۹/۹/۶۷-۲۰۶۷۶-D.D.9 مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M/۳۰-۱۵۳۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

بقیہ : آداب نماز

الگ کر دینا (۲۰) بحالتِ نماز کسی غیر نمازی کا کہنا ماننا۔ مثلاً کوئی شخص بالجہر نماز پڑھ رہا ہے اس سے قرأت میں کچھ غلطی ہوئی پاس بیٹھے ہوئے نے بتایا کہ اس طرح پڑھو اور نمازی نے اصلاح کر لی تو نماز فاسد ہو جائے گی (۲۱) برہنہ بدن شخص کا جسم ڈھانکنے کے موافق کپڑے کا پا لینا (۲۲) امام کے سوا کسی اور کو حالتِ نماز میں لقمہ دینا۔ یعنی جماعت کی حالت میں امام کی غلطی پر کسی مقتدی کا لقمہ دینا تاکہ امام کی اصلاح ہو جائے درست ہے۔ لیکن کوئی دوسرا شخص جو نماز میں شریک نہ تھا الگ بیٹھا ہوا کچھ پڑھ رہا تھا اس کی غلطی پر مقتدی کا لقمہ دینا تو اس طرح اس صورت میں نماز ٹوٹ جائے گی (۲۳) نماز میں خدا سے اس قسم کا سوال کرنا جس طرح مخلوق سے کیا جاتا ہے۔ مثلاً یوں کہنا کہ الٰہی! فلاں عورت سے میرا نکاح کرا دے یا اتنا روپیہ فلاں شخص سے دلا دے (۲۴) قرآن شریف میں دیکھ دیکھ کر پڑھنا" وغیرہ

بقیہ : اسلام اور عیسائیت

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اے عیسائیو! کیا یہی وہ تقدیس و تنزیہ ہے۔ جس پر آپ کو ناز ہے۔ ایسی تقدیس آپ کو مبارک ہو۔ اور اگر باوجود ان اوصاف کے کسی انسان کا روحانی حیثیت سے خدا ہونا ممکن ہے تو پھر فرعون اور نمرود کے دعوئے الوہیت کے بطلان کی کیا دلیل ہے اور ہندوؤں کو اپنے بزرگوں کو اوتار اور مجسم خدا ماننا کس دلیل سے باطل ہے نیز جب دجال اخیر زمانہ میں ظاہر ہو کر دعویٔ خدائی کریگا۔ اس کے کاذب نہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟ ممکن ہے کہ کوئی فرعون اور نمرود کا متبع یہ کہے کہ فرعون اور نمرود روحانی حیثیت سے خدا اور جسمانی حیثیت سے بندے اور انسان تھے تو پادری صاحب بتلائیں کہ کیا جواب دیں گے؟

طریقِ امتحان

پادری صاحبان کو اگر اب بھی شک ہے تو امتحان کی ایک صورت یہ ہے کہ پادری صاحبان کسی ایسے جزیرے میں جا کر جس کے باشندے کسی مذہب سے واقف نہ ہوں اور نہ لکھنا اور پڑھنا جانتے ہوں۔ ان پر دینِ عیسوی کو پیش کریں اور یہ کہیں کہ اے لوگو! تمہارا ایک رب ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ اور پھر تم کو سمیع و بصیر سننے والا اور دیکھنے والا بنایا۔ فہم و فراست، علم و ادراک تم کو عطا کیا۔ تمام کائنات ارضی و سماوی کے منافع میں تم کو متصرف بنایا۔ مگر یاد رکھو اس خدائے عالم کی شان یہ ہے کہ وہ تمہارے ہی ہم شکل ہے اور تمہاری ہی طرح کھاتا پیتا ہے اور تمہاری طرح پاخانہ پیشاب کرتا ہے۔ بھوکا بھی ہوتا ہے اور پیاسا بھی۔ برہنہ بھی ہوتا ہے اور لباس بھی پہنتا ہے۔ بیدار بھی ہوتا ہے اور سوتا بھی ہے۔ بعض اس کے حاسدوں اور دشمنوں نے اس کو پکڑ کر مارا۔ منہ پر طمانچے لگائے۔ دانت توڑ ڈالے بعد ازاں اس کو سولی دے کر مار ڈالا۔ اس کے بعد پادری صاحب ان کو عیسائیت کی دعوت دیں اور یہ فرمائیں۔

اے جزیرے والو! تم ایسے خدا پر ایمان لاؤ تاکہ تمہاری نجات ہو۔ اور ہمیشہ کی زندگی تم کو حاصل ہو یہ فرما کر اہل جزیرہ کے جواب کا انتظار فرمائیں کہ وہ آپ کی اس تقریر دلپذیر کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ جواب دیں کہ جب خدا ہی کو نجات نہ ہوئی اور خدا ہی موت کے گھاٹ اتر گیا تو ہم بیچارے گنہگاروں اور عاجزوں ناتوانوں کو ایسے خدا پر ایمان لا کر نجات اور ہمیشہ کی زندگی کی توقع رکھنا بالکل عبث ہے۔ الحمد للہ ہم تمام اہل اسلام ان خرافات سے بری ہیں۔

فالحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نسلِ آدم بھوک سے بیچین ہے لیکن یہاں
ہو رہی ہے رنگ و بو کی انجمن آراستہ!

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں! اقبال

خبردار — خطرہ — سنبھلو

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی!

عصرِ حاضر کی ہوشربا گرانی، شامتِ اعمال، قحط سالی اور عبرتناک معاشی بدحالی کو مدِنظر رکھتے ہوئے
• فحاشی و عریانی کے ابتدائی تربیتی مراکز پر سنیما بازی (تفریحی ٹکٹ) خریدنے • قطار در قطار کھڑے ہو کر انتظار کی گھڑیاں گننے
• وقت اور روپیہ کے ساتھ ساتھ دنیا و آخرت بھی خراب کرنے اور • فتنۂ دل و نگاہ سے ایمان سوز تفریحی تسکین حاصل کرنے

انتباہ

مالکِ حقیقی کا اٹل فرمان
ہزاروں برس سے لوحِ محفوظ
پر نقش تاریخی دستور سن لیجئے
راگ و رنگ کے طاؤس نواز، سربراہو!

بعض آدمی کھیل کی باتیں (ناچ گانے سنیما) کو خریدتے ہیں تاکہ خدا کی راہ سے بن سمجھے گمراہ کریں اور اس پر تمسخر کرتے ہیں ان کیلئے ذلت کا عذاب ہے اور جب اس کو ہماری آیات سنائی جائیں تو غرور اور تکبر سے سنا ہی نہیں چاہتا گویا اس کے کان بہرے ہیں سو اس کو دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے۔ (سورۂ لقمان، آیات ۶-۷)

بیشک کان اور دل کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ (سورۂ بنی اسرائیل)

جو لوگ مسلمانوں میں بدکاری پھیلانا چاہتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں ذلت کا عذاب ہے۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ (سورۂ النور)

لہٰذا مروّج وقتی تفریح اور عارضی سرور کا حسرتناک انجام (مستقل تماشہ) بننے سے آپ بچئے اور دوسروں کو بچایئے!

تماشا خود نہ بن جانا تماشا دیکھنے والو

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ مکہ کے کافروں میں سے نضر بن حارث عراق کی طرف سوداگری کو جاتا تو وہاں سے اہل عجم کی کہانیاں اور رستم و اسفندیار کے ناول خرید لاتا اور مکہ کے لوگوں میں بیٹھ کر کہتا کہ [illegible]